عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختمِ نبوّۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۲ | ۲۹ ذیقعدہ تا ۶ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹/ جنوری ۲۰۰۴ء | شمارہ: ۳۵

اسلام ایک امن پسند مذہب

محبّت کا تقاضا

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ
کا عازمینِ حج سے یادگار خطاب

بہائی جماعت کی خدمت میں چند گزارشات

محبّت؛ اپنے حقیقی مفہوم و معنی ہیں

Email: editorkn@yahoo.com Website: http://www.khatme-nubuwwat.org http://www.khatm-e-nubuwwat.c

قربانی کے واجب ہونے کے چند اہم صورتیں:

س:...... میں زیادہ تر مقروض رہا اس لئے میں نے بہت کم قربانی کی ہے۔ جبکہ میرے اور اخراجات ایسے ہیں کہ میں ان میں تھوڑا بہت ردوبدل کر کے قربانی کر سکتا ہوں۔ قرض اپنی جگہ پر ہے جس کو رفتہ رفتہ ادا کرتا رہتا ہوں تو کیا میرا ایسی حالت میں قربانی کرنا صحیح ہوگا؟

ج:...... ان حالات میں یہ تو ظاہر ہے کہ قربانی آپ پر واجب نہیں رہا یہ کہ قربانی کرنا صحیح بھی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کے حالات ایسے ہیں کہ آپ اس قرضہ کو بسہولت ادا کر سکتے ہیں تو قرض لے کر قربانی کرنا جائز بلکہ بہتر ہے ورنہ نہیں کرنی چاہئے۔

س:...... سنا ہے کہ نابالغ بچوں پر قربانی فرض نہیں۔ میرا ایک نابالغ نواسہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ کیا میں اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہوں؟ قربانی صحیح ہوگی؟

ج:...... اگر آپ کے ذمہ قربانی واجب ہے تو پہلے اپنی طرف سے کیجئے اس کے بعد اگر گنجائش ہو تو نابالغ نواسے کی طرف سے بھی کر سکتے ہیں۔ مگر نابالغ کے بجائے اپنے مرحوم بزرگوں کی طرف سے کرنا بہتر ہوگا۔

س:...... میرا ایک شادی شدہ بیٹا سعودی عرب میں رہتا ہے۔ اس نے نہ ہم کو قربانی کرنے کے لئے لکھا اور نہ قربانی کرنے کے لئے پیسے بھیجے۔ لیکن ہم والدین اس کی محبت میں اس کی طرف سے بکرا قربانی کرنا چاہتے ہیں' یہ قربانی صحیح ہوگی یا غلط؟

ج:...... نفلی قربانی ہوگی' لیکن واجب قربانی اس کے ذمہ رہے گی۔

س:...... یا بجائے بکرے کے اس بیٹے کی طرف سے اس کی بے خبری میں گائے میں ایک حصہ لے لیں' کیا اس کی طرف سے اس طرح حصہ لینا صحیح ہوا؟ اگر غلط ہوا تو گائے کے باقی حصہ داروں کی قربانی صحیح ہوئی یا غلط؟

ج:...... چونکہ نفلی قربانی ہو جائے گی اس لئے گائے میں حصہ لینا صحیح ہے۔

عورت اگر صاحب نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہے:

س:...... کیا عورت کو اپنی قربانی خود کرنی چاہئے یا شوہر کرے؟ اکثر شوہر حضرات بہت سخت ہوتے ہیں اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہیں اور انہیں تنگ دست رکھتے ہیں' ایسی صورت میں شرعی مسئلہ بتایئے؟

ج:...... عورت اگر خود صاحب نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہے' ورنہ مرد کے ذمہ بیوی کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں' گنجائش ہو تو کر دے۔

کیا مقروض پر قربانی واجب ہے:

س:...... کیا مقروض پر قربانی واجب ہے؟ جب کہ مقروض خود کو پابند شریعت بھی کہتا ہو اور قرض کی رقم قربانی کے لئے خریدے جانے والے جانور سے بھی کم ہو؟

ج:...... اگر قرض ادا کرنے کے بعد اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو تو قربانی واجب ہے' ورنہ نہیں۔

قربانی کے بدلہ میں صدقہ وخیرات کرنا:

س:...... اگر باوجود استطاعت کے قربانی نہ کی تو کیا کفارہ دے؟

ج:...... اگر قربانی کے دن گزر گئے' ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہ کر سکا تو قربانی کی قیمت فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے' لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا' ہمیشہ گناہگار رہے گا کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے۔ جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی' زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا' ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل اور پھر اجماع صحابہؓ اس پر شاہد ہیں۔

نابالغ بچے کی قربانی اس کے مال سے جائز نہیں:

س:...... زید کا انتقال ہوا اس کے تین بچے ہیں عمر' بکر' فاطمہ اور وہ تینوں بالغ نہیں ہیں اور ان کا رشتہ دار یعنی ان کے اوپر خرچ کرنے والا ان کا چچا شعیب ہے اب ان کا وارث تو وہی ہوا۔ اب شعیب کو شریعت یہ اجازت دیتی ہے کہ ان کے مال سے زکوٰۃ یا قربانی وغیرہ دے؟

ج:...... امام ابوحنیفہ کے ہاں نابالغ بچے کے مال پر نہ زکوٰۃ فرض ہے نہ قربانی واجب ہے۔ اس لئے ولی کو ان کے مال سے زکوٰۃ اور قربانی کی اجازت نہیں۔ البتہ ان کے مال سے ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے اور ان کی دیگر ضروریات پر خرچ کرے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد ۲۲ شمارہ: ۳۵ ۲۹ ذیقعدہ تا ۶ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹ جنوری ۲۰۰۴ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

مدیر
مولانا اللہ وسایا

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مجلس ادارت
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ 4
محبت کا تقاضہ 6
(حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا عازمین حج سے خطاب)
اسلام: ایک امن پسند مذہب ہے 10
(مولانا محمد امجد قاسمی ندوی)
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قادیانی نظریہ 13
(شیخ راحیل احمد جرمنی)
عشق و محبت انسانیت کی فطرت 18
(مولانا ابوالحسن علی ندوی)
محبت اپنے حقیقی مفہوم و معنی میں 20
(مولانا منظور الحق قاسمی)
بہائی جماعت کی خدمت میں چند گزارشات 23
(مولانا ڈاکٹر عبدالواحد)

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲۔ ۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناموس رسالتؐ کی عظمت اور سربلندی اس جماعت کا مشن ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان گزشتہ ایک صدی سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور منکرین ختم نبوت اور قادیانیوں کی اسلام کے خلاف سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے مصروف عمل ہے۔ سیاسی وابستگی اور فرقہ واریت کی آلودگی سے بالاتر ہوکر پاکستان اور بیرون پاکستان میں اس جماعت کی قابل قدر خدمات ہیں۔ یہ واحد جماعت ہے جس کے پلیٹ فارم سے ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام، مذہبی اور سیاسی جماعت کے رہنماؤں نے تحریک چلائی اور آج بھی یہ تمام جماعتیں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے شریک سفر ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہمیشہ تشدد کی پالیسی کے بجائے امن کی علمبردار رہی ہے اور تمام تر مظالم کے باوجود اس جماعت نے کبھی قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ مسلمانوں کے دین کی حفاظت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت اور ان کی عظمت و سربلندی اس جماعت کا مشن ہے۔ اس جماعت کے اکابر اور رہنما پاکستان کے بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتے ہیں اور ہر فرد ان کا احترام کرتا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نائب امیر پاکستان کی مشہور دینی شخصیت اور مذہبی رہنما مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب ہیں جو اپنی نیکی پارسائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت وعقیدت اور دین کی خدمت کے حوالہ سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور گوشہ نشینی میں دین کی قابل قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آج تک کسی بھی سلسلہ میں ان کی طرف انگلی اٹھانے کا بھی کوئی تصور نہیں کر سکا۔ ان کی شخصیت کا نمایاں پہلو قرآنی آیات کی خطاطی کے وہ شاہکار ہیں جن کی وجہ سے دنیا بھر میں پاکستان کی شناخت ہوتی اور دنیا بھر کی مختلف کانفرنسوں میں وہ پاکستان کی نمائندگی کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی خانقاہ مرجع خاص وعام ہے اور دن رات ان کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں، جس کی وجہ سے ان مقامات پر کسی فرد کی روپوشی ممکن نہیں اور نہ ہی ان مقامات سے کسی قسم کی تخریبی کارروائی کا اندیشہ بھی ہوسکتا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کی یہ محسن شخصیت اور دینی وجاہت کے حامل محب وطن عالم دین بھی پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کی دست برد سے محفوظ نہیں اور ان کے ساتھ بھی پاکستان کی ایجنسیوں اور پولیس نے وہ طریقہ کار اختیار کیا جو ہندوستان جیسے متعصب ہندو پرست ملک کی انتظامیہ بھی کرنے کی جرأت نہیں کرسکتی۔

بعد نماز عصر پولیس ایلیٹ فورس اور دیگر ایجنسیوں کی بھاری نفری نے حافظ ٹاؤن کے آباد علاقے کے درمیان واقع خانقاہ اور معصوم بچیوں کے مدرسے کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور اسلامی شعار پردے اور چاردیواری کے تمام اصولوں کو پامال کرتے ہوئے تالے توڑتے ہوئے اندر گھس گئے اور مدرسہ کی صدر معلّمہ کو کہا کہ تمام بچیوں کے برقعے اتار دو تاکہ ہم ان میں دہشت گردوں کو تلاش کریں۔ استانی نے واضح طور پر کہہ دیا کہ ہماری جان چلی جائے گی لیکن برقعہ نہیں اترے گا، کیا مسلمان خواتین اپنے درمیان دہشت گردوں کو رکھ کر پردے کے حکم کو پامال کرسکتی ہیں۔ بڑی رد وقد کے بعد زنانہ فورس بلائی گئی۔ اس دوران تمام بچیوں کو ہراساں رکھا گیا اور اک طرح سے سزا کے انداز میں کھڑا رکھا گیا۔ زنانہ فورس نے تلاشی لی اور کوئی ایک فرد ان کو دستیاب نہ ہوسکا۔ بعد ازاں وہاں سے چوکیدار سمیت عملہ کے تمام افراد کو بغیر کسی امتیاز کے لے گئے۔ وہاں سے ہمارے ملک کے محافظ ایجنسیوں کے افراد نے ایک بیمار بوڑھے اور نحیف فرد کو اٹھانے کے لئے جامعہ مدنیہ سے متصل مولانا نفیس الحسینی شاہ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا اور ایس ایچ او نے آکر مولانا نفیس الحسینی کو کور کیا تو اس کے ضمیر کی آواز نے مجبور کردیا کہ وہ احترام کو ملحوظ رکھے۔ اس نے ٹیلیفون پر اپنے افسران کو کہا کہ یہ اتنے بوڑھے ہیں اور ہماری رپورٹ صحیح نہیں، یہاں ایسے کوئی آثار نہیں۔ جس پر ایس پی سبزہ زار نے کہا کہ حضرت سے درخواست کریں کہ وہ یہاں آجائیں تاکہ شائستہ انداز میں تفتیش کا تاثر ہو۔ بہر حال

اصرار کے بعد حضرت شاہ صاحب مجبور ہو کر اپنی سواری کی شرط پر بمزار تھانہ پہنچے تو تھانہ میں خانقاہ کے افراد مجرموں کی طرح کھڑے ہوئے تھے ایس ایس پی نے نفیس شاہ صاحب سے کہا کہ ہمیں اوپر کی ایجنسیوں سے رپورٹ آئی ہے کہ احسان نامی کسی دہشت گرد کی آمد و رفت آپ کے یہاں ہے' اس کی تصویر دکھائی گئی جو کہ شکل اور نام دونوں اعتبار سے حضرت نفیس شاہ صاحب کے لئے نامعلوم تھا۔ مختلف انداز میں تفتیش کے بعد ایس ایس پی نے کہا کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ تاکہ اس انداز سے لین دین کے ذریعے تخریب کاروں سے رشتہ جوڑا جاسکے کچھ نہ ملنے کے بعد حضرت نفیس شاہ صاحب کو واپس جانے کی اجازت دی گئی جب کہ خانقاہ سے اٹھائے گئے افراد دو دن کے بعد رہا کئے گئے۔

سوال یہ ہے کہ اس کی قسم کی غلط رپورٹیں صرف علمائے کرام کو مشائخ عظام اور پاکستان کی محسن شخصیات کے متعلق ہی کیوں ہیں؟ مدارس اور دینی تنظیمیں مساجد اور خانقاہیں ہی اس کا نشانہ کیوں بنتی ہیں؟ کسی جنرل یا کرنل کے گھر سیاستدانوں یا افسر شاہی کے گھروں پر مشتبہ افراد کی تلاش کے لئے چھاپہ کیوں نہیں مارا جاتا؟ افسران اعلیٰ یا گورنر یا پولیس افسران کے گھروں کی تلاشی کی جرأت کیوں نہیں کی جاتی؟ آخر بعض مشیران یا افسران کی جانب سے بڑوں کی خوشنودی یا اپنی ترقی کے لئے تیار کردہ غلط رپورٹوں کو قابل اعتماد سمجھ کر بزرگوں اور محسنین کی عزت سے کھیلنے کی روش کیوں روا رکھی جاتی ہے؟ انگریزوں کے جانے کے باوجود اسی دور کی تفتیش کا طریقہ کار اب تک جاری کیوں رکھا گیا ہے؟ بار بار رپورٹوں کے غلط ثابت ہونے کے باوجود ان افسران کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی جاتی؟ اس تناظر میں ہمارے پاس مصدقہ اطلاعات ہیں کہ پنجاب کے گورنر صاحب نے اپنے مذہبی مشیروں اور سرکاری افسران کو اس کام پر معمور کیا ہے یا وہ گورنر اور ایجنسیوں کی خوشنودی کے لئے اس کام پر مامور ہیں کہ دینی مدارس بعض مذہبی تنظیموں اور بزرگ ترین شخصیات کی کردار کشی کریں گویا مشیر بنانے کا یہی مقصد ہے یا بطور مشیر بحال رکھنے کے لئے بہترین ذریعہ ہے اس کے لئے ہم مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ گورنر پنجاب کے موجودہ مذہبی مشیر کو جو کہ خفیہ ایجنسیوں کے تنخواہ دار اہلکار ہیں برطرف کیا جائے۔ حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب کے خلاف غلط رپورٹ تیار کرنے والے افراد اور چھاپہ مارنے والے افراد کے خلاف محکمانہ تحقیقات کرائی جائے اور قصوروار افراد کو سزا دی جائے۔ صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت فوری طور پر ایسی کارروائیوں کو بند کرنے کا حکم جاری کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مذہبی جماعتوں سے معذرت کریں جبکہ جنرل پرویز مشرف واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ میں نے سختی سے حکم دیا ہے کہ مجھ پر حملہ آوروں کی تلاش میں بے گناہ افراد کو تنگ نہ کیا جائے۔ کارروائی ڈالنے کے لئے بلا وجہ لوگوں کو پریشان نہ کیا جائے اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ متحدہ مجلس عمل کے جنرل سیکریٹری مولانا فضل الرحمن کے احتجاجی فون کے جواب میں نہ صرف تحقیقات کا وعدہ کر چکے ہیں بلکہ اس طرز عمل کو چھوڑنے کا عندیہ دے چکے ہیں۔ آئندہ کے لئے اس قسم کے اقدامات کا اعادہ نہ ہونے کی ضمانت دی جائے۔ دینی مدارس اور خانقاہوں اور مذہبی تنظیموں پر چھاپوں کا سلسلہ فوری طور پر بند کیا جائے اور گرفتار شدہ افراد کو رہا کیا جائے۔ بصورت دیگر مذہبی جماعتیں مجبور ہوں گی کہ وہ دینی مدارس' خانقاہوں' مذہبی تنظیموں اور دینی شخصیات کے تحفظ کے لئے خود انتظامات کریں اور حکومت کی ان پالیسیوں کے خلاف لائحہ عمل طے کریں۔ ملکی اور عمومی حالات کی وجہ سے سردست ہم قانونی احتجاج کو پرامن اظہار مذمت تک محدود رکھ رہے ہیں اس لئے کل بروز جمعہ پورے پاکستان میں یوم مذمت منایا جائے گا۔ اگر حکومت نے مندرجہ بالا مطالبات پر کان نہ دھرے تو مجبوراً حج کے بعد پاکستان بھر کے علمائے کرام کا کنونشن طلب کر کے احتجاجی تحریک کے لئے لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔ جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت اور انتظامیہ پر ہوگی۔ اس سلسلہ کی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' مولانا عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ' مولانا محمد اکرم طوفانی' مفتی نظام الدین شامزئی' مولانا اللہ وسایا' مولانا اسماعیل شجاع آبادی' مولانا بشیر احمد نے پرزور مذمت کی ہے۔

نوٹ: آئندہ جلد نمبر ۲۲' شمارہ ۳۶' ۳۷ کو ڈبل کیا جا رہا ہے۔ ایجنسی ہولڈرز اور قارئین کرام اور احباب نوٹ فرمالیں۔

محبت کا تقاضا

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا عازمین حج سے خطاب

میرے بزرگو! تمام عالم میں ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ آزاد رہے دوسرے کا تابعدار ہو کر نہ رہے' کسی کی تابعداری اس وقت ہوتی ہے جب کہ تابعداری پر مجبوری ہو' تابعداری کے تین اسباب ہیں:

ا:......ایک یہ کہ نفع کی امید ہو' بادشاہوں اور مالکوں کی تابعداری اسی وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ نفع پہنچائیں گے اور حاجت رفع کریں گے۔

۲:......دوسرا سبب نقصان کا اندیشہ ہے یعنی کسی شخص سے نقصان پہنچنے کا ڈر ہو کہ مارے گا' پیٹے گا' اگر اس کی تابعداری نہ کی تو اس سے نقصان پہنچے گا۔

۳:......تیسرا سبب تابعداری کا محبت ہے' کسی سے محبت ہو تو اس کی محبت کی وجہ سے اس کی تابعداری کی جاتی ہے' محبوب اگرچہ کمزور ہو اس سے نفع کی امید ہو نہ نقصان کا اندیشہ' دیکھو ماں' باپ' اولاد کی تابعداری کرتے ہیں' بچے جو مطالبہ کرتے ہیں' ماں باپ اس کو پورا کرتے ہیں' صرف محبت کی وجہ سے ماں باپ بچے کی تابعداری کرتے ہیں' حالانکہ ان کو بچے سے نفع کی امید نہیں نہ نقصان کا اندیشہ ہے' محبت کا تقاضا ہے کہ انسان محبوب کی تابعداری کرے۔

شاعر کہتا ہے: "ان المحب لمن یحب مطیع"

تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور اس کے حکم کے خلاف کرتے ہو' یہ محبت کے قانون کے خلاف ہے' عاشق کی تو شان یہ ہے:

یداری ھواہ ثم یکتم سرہ
ویخشع فی کل الامور ویخضع

حاصل کلام یہ ہے کہ تابعداری کے یہی تین اسباب ایک کو دوسرے کی تابعداری پر مجبور کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ میں یہ تینوں اسباب بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس قدر نفع کی امید ہے کہ دنیا میں کسی سے نہیں' اللہ تعالیٰ سب کا مربی' سب کا نگران' سب کا پیدا کرنے والا' اور سب کا پالنے والا ہے' کتنا ہی بڑا بادشاہ ہو' اس قدر نفع نہیں پہنچا سکتا۔

جسے چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے' جسے چاہتا ہے غریب رکھتا ہے' سب کچھ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے' تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں' سب اسی کی ہیں۔ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے' اس کی نعمتیں جو تم کو مل رہی ہیں' ان گنت اور بے شمار ہیں' تم جو مانگتے ہو وہ تم کو دیتا ہے' "واٰتکم من کل ما سالتموہ" اس لئے اللہ تعالیٰ سے نفع کی امید جتنی تمام مخلوق کو ہے اور ہو سکتی ہے اتنی اور کسی سے نہیں' ہم دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی میں اللہ ہی کے محتاج ہیں' وہ ہر چیز کو محیط ہے' مطلع ہے' کوئی اس کے احاطے سے خارج نہیں' اسی طرح نقصان کا اندیشہ جتنا اس سے ہے اور کسی سے نہیں' جا بجا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے تمہارے معبود ہیں' ان سب کے اندر نہ مالکیت نفع کی ہے نہ مضرت کی۔ خدا کے سوا کسی سے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں' اگر اللہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور تمام مخلوق مل کر اس کو نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچ سکتا' اور اگر خدا کسی کو نقصان پہنچانا چاہے اور سارا جہان مل کر بھی اس کو نفع پہنچانا چاہے تو نفع نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقتاً نفع کی امید اور نقصان کا اندیشہ اسی سے ہے' جس کو چاہے نوازے' جس کو چاہے بادشاہ بنادے' جس کو چاہے مریض بنادے' مالک الملک ہے' جسے چاہے ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کر دے' جسے چاہے مصیبت میں ڈال دے جسے چاہے مصیبتوں سے نجات دے دے' ہر چیز کا جاننے والا' ملک کو پالنے والا' اس وجہ سے جنات اور ملائکہ پر بھی اس کی تابعداری ضروری ہے' اس کی مالکیت ہر چیز پر ہے' تمام مخلوقات کو اس کی تابعداری کرنا ضروری ہے' اس کی صنعت مالکیت کا تقاضا ہے کہ اس کی ہمیشہ تابعداری کی جائے کیونکہ اس کو اگر راضی کیا جائے گا' تو ہر قسم کی نعمتیں پہنچیں گی اور اگر اس کو ناراض کیا جائے گا تو ہر ایک کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ تیسری وجہ تابعداری کی محبت ہے' محبت کے چار سبب ہوتے ہیں: کمال' جمال' احسان اور قرب' کسی میں کوئی کمال ہوتا ہے تو اس سے اس کمال کی وجہ

ہے محبت کی جاتی ہے۔

"حسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"

اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز میں جس قدر کمال رکھتا ہے دوسرا کوئی نہیں رکھ سکتا' دوسرا سبب جمال ہے' حسن و جمال بھی محبت کا سبب ہوتا ہے' سورج' چاند' ستارے' فرشتے اور انسانوں میں مرد اور عورت میں جو بھی حسن اور جمال پایا جاتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے' ظاہر ہے کہ دینے والا وہی چیز دے سکتا ہے جو خود اس کے پاس موجود ہو اور جب کہ ہر ایک شئے میں جو کچھ بھی حسن و جمال ہے وہ سب خدا ہی کا دیا ہوا ہے تو خود خدا کے اندر حسن و جمال کا ہونا' بلکہ سب سے زیادہ اور سب سے اکمل واعلیٰ درجے کا ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے: ان اللہ جمیل ویحب الجمال کسی میں کوئی جمال ہے تو اس کا مبدا ذات باری تعالیٰ ہے' حیوانات' جمادات' فرشتے' انسان مرد اور عورتوں میں جو بھی حسن و جمال ہے وہ سب اسی کا ہے' جس مخلوق میں تھوڑا سا بھی حسن ہوتا ہے' اس پر فریفتہ ہوتے ہیں' چکور کو چودھویں رات کے چاند سے محبت ہے' بلبل کو گل سے' وہ خدا جس نے سب کو حسن و جمال عنایت فرمایا ہے خود اس میں جتنا حسن و جمال ہے کسی چیز میں نہیں۔

تیسرا سبب محبت کا احسان ہے: "الانسان عبد الاحسان" کیا اللہ جیسا محسن کوئی ہو سکتا ہے؟ ماں باپ کو دیکھئے کہ ان کا احسان اپنی اولاد پر جتنا ہوتا ہے کسی کا نہیں ہو سکتا' کیونکہ وہ اللہ کی صفت خالقیت کے مظہر ہیں' اللہ تعالیٰ کا احسان ہر انسان بلکہ ہر مخلوق پر جس قدر ہے کسی کا بھی نہیں' ہم کو ہمارے ماں باپ کو وجود سے نوازا' دیکھنے' چلنے' پھرنے کی طاقت سب اس نے دی' خدا کا احسان ہر مخلوق پر جب سب سے زیادہ ہے' تو چاہئے کہ اس سے محبت بھی سب سے زیادہ اور اعلیٰ درجے کی ہو' اس جیسی محبت کسی دوسرے سے نہ ہو' انسان پر اللہ تعالیٰ کا احسان کتنا بڑا ہے کہ اس کو پیدا کرنے سے پہلے زمین' آسمان اور اس کی راحت کے تمام ساز و سامان پیدا کر دیئے' انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اس پر احسانات کی بارش فرمائی' پیدا کرنے کے بعد اس قدر احسانات کئے کہ ان کا احاطہ اور شمار ممکن نہیں' تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا' اور صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ سب چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا' یہ سب کے سب تمہاری اطاعت کرتے ہیں' تمہاری خدمات میں لگے ہیں' بیگار ہیں' کوئی تم سے اپنی خدمات کی مزدوری طلب نہیں کرتا' بغیر اجرت کے شب و روز تمہاری خدمات میں ہر ایک مخلوق لگی ہوئی ہے' چاہے آسمان میں ہو یا زمین میں' یہاں تک کہ فرشتے تمہاری خدمت کرتے ہیں' فرشتوں میں اعلیٰ درجے کے مقرب فرشتے حاملین عرش بھی تمہارے لئے مسخر ہیں اور شب و روز دعا گوئی کرتے ہیں' یہ فرشتے تمہارے لئے' تمہاری اولاد کے لئے' تمہاری بیویوں کے لئے دعا کرتے ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عام فرشتوں کو تمہارے لئے مسخر اور تابعدار بنا دیا' وہ تمہاری خدمت کرتے ہیں' تمہاری حفاظت کرتے ہیں' بادلوں کو چلانا' پہاڑوں کی حفاظت کرنا' دریاؤں کو چلانا' یہ سب کام ان کے ذمہ ہیں اور یہ ساری خدمات مفت بلا معاوضہ کرتے ہیں' تم سے اس پر تنخواہ یا اجرت اور مزدوری نہیں طلب کرتے' اللہ تعالیٰ کا احسان انسان پر بالخصوص مسلمانوں پر جس قدر ہے اتنا کسی پر نہیں اس لئے اگر احسان کی وجہ سے محبت کی جائے تو اللہ تعالیٰ سے کی جانی چاہئے اور اس جیسی محبت کسی سے نہ ہونی چاہئے۔

چوتھا سبب قرب ہے' قرابت داری کی وجہ سے بھی محبت کی جاتی ہے' بیٹا قریب ہے باپ کا بلکہ جزو ہے' بھائی جزو ہے باپ کا' ماں باپ اولاد وغیرہ کی محبت قرابت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے' اب دیکھو کہ خدا تمہارے لئے کس قدر قریب ہے تم خود بھی اپنی ذات سے اس قدر قریب نہیں ہو' اگر قرابت داری باعث محبت ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ قریب ہے' مختلف آیتیں اس پر شاہد ہیں کہ انسان کا خود اپنے سے اور کسی انسان سے اتنا قرب نہیں جتنا اللہ تعالیٰ سے ہے' وہ تمہاری روح سے متصل ہے وفی انفسکم افلا تبصرون۔

میرے بھائیو! محبت کے یہ چاروں سبب اللہ تعالیٰ میں بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں' تو چاہئے کہ اللہ کی محبت بھی ہر چیز سے زائد ہو' خدائے پاک کی دو صفتیں ہیں جلال اور جمال' مالک نفع ونقصان ہونا' صفت جلال کے ماتحت ہے' اور محبوب ہونا جمال کی وجہ سے ہے' جو عبادات محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا طریقہ الگ ہے اور جو مالکیت کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا طریقہ الگ' مالکیت میں آداب وسنن کا لحاظ ضروری ہے' عقل سے سوچ بچار کرکے ہر کام کو کیا جائے' دو عبادتیں نماز اور زکوٰۃ صفت مالکیت کے ماتحت مقرر فرمائیں' نماز میں من اولہ الی اخرہ ہر جزو میں آداب کی ضرورت ہے' اس میں ذرا سی بھی بے ادبی ہوگی تو عتاب ہوگا' اسی طرح محبوبیت کا تقاضا ہے کہ محبوب و محبت کے طریقے پر عمل کیا جائے۔

موسیا آداب داناں دیگر اند
سوختہ جاں وراناں دیگر اند

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بے خودی پیدا ہو جائے' اس راہ میں جتنی بے خودی ہوگی اتنا ہی کمال ہوگا۔

عشق چوں خام است باشد بستہ ناموس وننگ
پختہ مغزان جنون را کے حیا زنجیر پا است

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی عقل' نزاکت' آراستگی اور ہوس سے نکل جائے' عشق جب پورا ہوگا اپنے آپ کو پروانے کی طرح محبوب پر نثار کردے گا۔

اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیا موز
کاں سوختہ را جاں شدو آواز نیامد

عشق میں جس قدر بے خودی پائی جائے اسی قدر محمود ہے۔

عاشقاں را مذہب و ملت جداست

جب ہیت کجتی تب لاج کہاں سنسار ہنسے تو کیا ڈر ہے
دکھ درد پڑے کیا چنتا اور سکھ نہ رہے تو کیا ڈر ہے

انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے' اس کے اندر ایسا عشق ہونا چاہئے جو نہ بلبل میں ہو نہ پروانے میں نہ اور کسی کو ایسا عشق نصیب ہو۔

میرے بزرگو! روزہ اور حج یہ دو عبادتیں صفت عبدیت کی بنا پر مقرر کی گئیں اور نماز وزکوٰۃ صفت مالکیت کی بنا پر' اب دیکھو اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے پھر دوسروں سے بھی محبت رکھتا ہے تو اسے جھوٹا کہتے ہیں' محبوب کے علاوہ سب کو چھوڑ دینا محبت کا تقاضا ہے' اللہ تعالیٰ کا جمال گوارا نہیں کرتا کہ دوسرے سے بھی محبت کی جائے' پہلی منزل محبت کی یہ ہے کہ محبوب کے سوا سب سے منہ پھیر لو' روزے میں کھانے پینے اور بیوی سے ہمبستری کو چھوڑ دیتے ہیں' یہ عام لوگوں کے لئے ہے' مگر خواص کا روزہ یہ ہے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دیں اور اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ ذات مقدسہ کے سوا سب کو چھوڑ دیں' غیر اللہ کو سامنے بھی نہ لائیں' یہ عشق کی پہلی منزل ہے' رمضان گزرا' شوال سے عشق کی دوسری منزل شروع ہوئی' دوسری منزل یہ ہے کہ محبوب کے درودیوار کی طرف توجہ کی جائے' جہاں اس کا کوچہ ہے' جہاں اس نے دوسروں کو نوازا ہے' وہاں جایا جائے اس کے درودیوار کے پاس پہنچا جائے' اور جمال محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اس کے گھر کے اردگرد دیوانہ وار پھرا جائے' اس کے درودیوار سے چمٹ کر اس کے سنگ در کو بوسہ دیا جائے۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذا الجدار' وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من نزل الدیارا

مجنوں کہتا ہے کہ میں دیار حبیب میں جب پہنچتا ہوں تو اس کے درودیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور مجھ کو ان درودیوار نے مجنوں نہیں بنایا' بلکہ گھر والے نے من نزل الدیار نے مجنوں بنایا ہے۔

جس قدر دیار محبوب سے قریب ہوتے جاؤ آتش شوق بھڑکتی جائے:

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

عاشق کو کہاں زیبا ہے کہ عشق ہو اور لوگوں سے لڑے' جھگڑے' اس پر شہوت کا غلبہ ہو اور معشوق کی نافرمانی کا صدور ہو: "فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"

عاشق ہمیشہ سرنگوں رہتا ہے' عشق کا تقاضا ہے کہ کسی امر میں کسی سے لڑائی' جھگڑا نہ ہو' اگر سچا عشق اور سچی محبت لے کر نکلے تو ہر چیز سے بالاتر ہو کر محبوب سے لپٹ جاؤ۔

میرے بھائیو! اللہ پاک کے گھر کی طرف جا رہے ہو' اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آئیں گی' ہمیشہ لڑائی جھگڑے سے بچتے رہو' اور یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ خدائے پاک مجھ کو دیکھ رہا ہے' وہ تمہارے ہر حال کو دیکھتا ہے' اسی کا نام لیتے ہوئی: "لبیک اللھم لبیک' لبیک لاشریک لک لبیک' انا الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک" کہتے ہوئے چلو' با آواز بلند کرتے ہوئے' اللہ پاک کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے تواضع وسکون کے ساتھ چلو' جس قدر ممکن ہو صبح وشام' دوپہر چڑھتے ہوئے اترتے ہوئے ہر حال میں "لبیک اللھم لبیک' لبیک لاشریک لک لبیک' انا الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک" بار بار کہا جائے (سوائے تیرے ہمارا کوئی محبوب نہیں)۔

سلے ہوئے کپڑے اتار دو' خوشبو بھی ترک کردو' دو کپڑے بغیر سلے ہوئے پہن لو' سر کو ننگا رکھو' جوتا پہنو مگر پیر کے اوپر کی ہڈی ابھری ہوئی چھپنے نہ پائے' سرمہ نہ لگاؤ' خوشبو نہ لگاؤ' بالوں کو نہ سنوارو' بلا ضرورت شرعیہ سے جائز ہے' خوشبو لگانا' بالوں کو کنگھی سے سنوارنا جائز نہیں' شکار مت کرو' غرض کہ دیوانوں کی صورت بناؤ' یہ چیزیں تو اس کے لئے ہیں جو ہوش و حواس میں ہو' عشاق کو اتنا ہوش کہاں؟

نو بہار است جنوں چاک گریباں مدوے
آتش آفتاد بجاں جنبش داماں مدوے
عشق میں تیرے کوہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
عیش ونشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

جس قدر مکہ معظمہ سے قریب تر ہوتے جاؤ دیوانگی اور جنوں کے آثار بڑھتے جائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں' وہ دیکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ اور خانہ کعبہ میں آثار صفت جمالیہ ظاہر ہیں' ہم کو رب

ان بزرگوں کی اطاعت اور پیروی میں جو یہ آثار دیکھتے ہیں اللہ کے گھر کے گرد سات چکر لگاتے ہیں' صفامروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔

بہرحال یہ عبادت مظہر عشق ہے اور اللہ تعالیٰ محبوب اس کے اندر اسباب محبت باتم الوجوہ پائے جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہی حقیقتاً محبوب ہیں' یہ حج اسی لئے فرض کیا گیا کہ اسی محبوب حقیقی کے پروانے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا' عاشق کو عشق کی راہ میں کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اور وہ ناصح کو پتھر مارتا ہے' جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جان کی قربانی دینے جا رہے تھے تو راستے میں تین جگہ ناصح نادان شیطان نے سمجھایا: باپ کے ساتھ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے پتھر مارے' اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچالیا اور جنت کے مینڈھے کو ذبح کرا دیا' یہ اب شریعت ہے کہ مینڈھے اور دنبے کو ذبح کرنا گویا بیٹے کو ذبح کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جا رہے ہو تو جس قدر ممکن ہو عجز و انکسار اختیار کرو' جملہ عاشقوں کے سردار آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر ممکن ہو درود شریف پڑھتے ہوئے تلاوت کرکے ہدیہ کیجئے' اس راہ عشق کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس لئے میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے لئے بلکہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں' آپ کے پاس حاضری دے کر عرض کرو: یارسول اللہ! ہم حاضر ہوئے ہیں' ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا فرمایئے' شفاعت فرمایئے' پھر جناب باری سبحانہ کے گھر کی طرف لوٹ جائیں تاکہ آپ کے وسیلے سے اللہ پاک حج کی اس عاشقانہ عبادت کو قبول فرمائے۔

میرے بھائیو! حج کے ایام میں سب سے زیادہ مقدس وقت وقوف عرفہ کا دن اور مزدلفہ کی رات ہے' ایسا وقت نہیں ملے گا۔

میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ بے وقوفی کی وجہ سے اس مقدس وقت کو بات چیت' کھانے پینے میں صرف کر دیتے ہیں۔

دیکھو! بے وقوفی مت کرو' اس وقت کو بے کار مشغلوں میں ضائع نہ کرو' اللہ اللہ کرو' تسبیح پڑھو' تلاوت کرو' درود پڑھو' دعا کرو۔ جبل رحمت کے پاس جانا ضروری نہیں' میدان عرفہ میں توبہ و استغفار کرو' بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت سے بیزار ہیں' داڑھی منڈواتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے: بخاری شریف کی حدیث ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹھی پکڑ کر کٹاتے تھے' ایک مٹھی سے کم کتروانا صورت و سیرت محمدیہ سے نفرت کرنا ہے۔

دیکھو! سکھ ایک بال پر قینچی نہیں لگاتے' شرم سے مرجانا چاہئے کہ مسلمانوں کو ایسا بڑا رسول ملا کہ کسی قوم کو نہیں ملا اور پھر بھی خود مسلمان ایسے پیارے رسول کی صورت اور سیرت سے بیزاری کا اظہار کرے۔

میرے بھائیو! اس سے بچو! آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت کے عاشق بنو۔

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم"

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب ہیں اللہ کے' اگر ان کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا' تم محبوب خدا بن جاؤ گے۔"

یحببکم اللہ اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا' تمہارا بیٹا تم کو بہت محبوب ہے' اگر کوئی لڑکا تمہارے بیٹے کی صورت میں تمہارے سامنے آجائے تو بے اختیار تم کو اس سے محبت ہو جاتی ہے' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں' ان کی صورت بناؤ' سیرت اختیار کرو' صورت اور سیرت کی تابعداری کرو' تو اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا۔

اللہ کے سامنے گریہ و زاری کرو' توبہ کرو' اس سے مایوس نہ ہو' جب تک موت نظر نہ آئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں حتی الامکان کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز دیکھتا ہے اور سنتا ہے' جیسا کہ اس سے مایوس نہ ہونا چاہئے اسی طرح بے باک بھی مت بنو' اس سے ہر وقت ڈرتے رہو' چلتے پھرتے' کھاتے پیتے سوتے جاگتے' ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہو' اگر ذکر کی عادت ڈالو گے تو سوتے وقت بھی ذکر جاری رہے گا اور مرنے کے وقت آخری سانس تک ذکر جاری رہے گا اور مرنے کے بعد جب اٹھو گے اور قیامت قائم ہو گی تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔

دعا کرو کہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو' اور آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔

☆☆............☆☆

اسلام ایک امن پسند مذہب

مولانا محمد امجد قاسمی ندوی

ذرائع ابلاغ کی بددیانتی اور جانبدارانہ پالیسی ہی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں اسلام کو ظلم و بربریت' وحشت و دہشت کا مذہب قرار دیے جانے کی ہمہ جہتی کوششیں ہورہی ہیں' میڈیا اس وقت اپنی خبروں' رپورٹوں' تبصروں' تجزیوں' پروگراموں' فلموں' انٹرویوز' ٹریجڈی و کامیڈی ہر طرح کی تخلیقات اور تمام کالموں کے ذریعہ یہ تاثر عام کرنے کی فکر میں ہے کہ اسلام اور امن دونوں میں کوئی جوڑ نہیں ہے' دو الگ الگ کنارے ہیں جنہیں ایک نہیں کیا جاسکتا۔

جب کہ اسلامی تعلیمات کا ایک طائرانہ مطالعہ اور جائزہ بھی اس طرح کے تاثر کی تغلیط کے لئے کافی ہے' اسلام فی الواقع امن ومحبت' وحدت وسلامتی اور انصاف وعدل کی جس طرح نمائندگی کرتا ہے کوئی دوسرا مذہب یا تہذیب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے' قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اہم مقصد بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے اور تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اسلام سراپا رحمت ہے' دہشت گردی' شدت و تشدد اور ظلم و بربریت سے اس کا ہرگز کوئی ناطہ نہیں ہے' اسلام غیر مسلموں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ سنجیدگی سے اسلام کا مطالعہ ومشاہدہ کریں اور اسلام کے قریب آئیں' مسلمانوں کو یہ تاکید کرتا ہے کہ غیر مسلموں خصوصاً اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو حکمت ودانائی کے ساتھ نصیحت کریں' سمجھائیں' انہیں اسلام کے قریب لائیں' کوئی تنازعہ عداوت اور بغض ہیجانہ ہو' قرآن میں فرمایا گیا ہے:

"اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے' سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی' ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اس کے مطیع ہیں۔"
(سورۂ عنکبوت:۴۶)

آیت صاف واضح کررہی ہے کہ متبعین اسلام ہر مرحلہ پر شائستگی' شرافت اور معقولیت کا ثبوت دیں' سختی کا جواب نرمی سے' غصہ کا جواب حلم سے اور جاہلانہ گفتگو اور شوروغوغا کا جواب نرم اور باوقار گفتگو سے دیں' ہاں اگر مثبت وسنجیدہ گفتگو اور معقولیت کے مقابلہ میں مخاطب عناد وہٹ دھرمی سے کام لے تو اس کا جواب عاجزی ومسکینی سے نہیں بلکہ ترکی بہ ترکی دیا جاسکتا ہے' مگر اس صورت میں بھی بہتر یہی ہے کہ نرمی اور معقولیت کو پیش نظر رکھا جائے' قرآن کریم کی سورۂ نحل میں مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ بھی اسی طرح کے سلوک کی ہدایت کی گئی ہے' فرمایا گیا:

"آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ پند ونصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور لوگوں سے بہترین طریقہ پر مباحثہ کیجئے۔" (سورۂ النحل:۱۲۵)

قرآن میں جگہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے تمام مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ عفو و درگزر کا طریقہ اختیار کیا جائے' برائی کو اچھائی سے دور کیا جائے' صبر وتحمل اور ضبط نفس کی عادت ڈالی جائے اور کسی بھی مرحلہ پر دامن عدل و انصاف ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے' اصل فکر یہ ہے کہ مخاطب کے دل میں حق اتار دیا جائے اور راہ راست دکھا دی جائے' دلائل اگر معقول ہوں گے' اسلوب متین ومہذب ہوگا' افہام وتفہیم کی غرض سے گفتگو ہوگی تو ضرور مخاطب کے افکار کی اصلاح ہوگی' قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ نرمی اور درشتی میں نرمی کو اختیار کرنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں:

"بھلائی اور برائی یکساں نہیں ہیں (مخالفین کے حملوں کی) مدافعت ایسے

طریقہ سے کرو جو بہترین ہو تم دیکھو گے کہ وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی وہ ایسا ہو گیا جیسے گرم جوش دوست ہے۔" (سورۂ حم السجدہ:۳۴)

اسلام اتنا امن پسند مذہب ہے کہ وہ حالت جنگ میں بھی مسلمانوں کو ظالمانہ کارروائیوں سے روکتا ہے' بے قصوروں کو چھیڑنے سے منع کرتا ہے' وحشیانہ حرکتوں پر ٹوکتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے:

"اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو' یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔" (سورۂ انفال:۶۱)

جو ہاتھ صلح کی پیشکش کے جواب میں صلح کے لئے بڑھیں وہ اخلاقی اسپرٹ بیدار کرنے میں بے حد ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور وہ چومنے کے قابل ہیں' بلکہ قرآن تو یہ کہتا ہے:

"اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا ہے' اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (سورۂ ممتحنہ:۸)

جو غیر مسلم مسلمانوں کے درپے آزار نہ ہوں' سازشی نہ ہوں ان کے ساتھ احسان' خیر خواہی و ہمدردی' نفع رسانی' مواسات و مدارات سب کا حکم ہے' البتہ جو سازشی یا درپے آزار ہوں تو ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری نہ کی جائے گی' عدل و انصاف تمام غیر مسلموں کے ساتھ ہو گا خواہ وہ درپے آزار ہوں یا نہ ہوں' ایسے ہی ظاہری خوش خلقی (مصالح کی رعایت کے ساتھ) اور معاملات تجارت وغیرہ کا جواز بھی تمام کافروں کے ساتھ ہے' بشرطیکہ اس میں خود مسلمانوں کا نقصان نہ ہو' البتہ قلبی دوستی ہر غیر مسلم سے حرام ہے۔

سیرت نبوی اور سیرت صحابہ و تابعین و مصلحین میں اس طرح کی مثالیں بھری پڑی ہیں کہ غیر مسلموں سے خوشگوار تعلقات رہے' ان کے ساتھ نرمی و انصاف کا ہر موقعہ پر لحاظ کیا گیا' کفار کے ساتھ احسان' مواسات' خوش خلقی اور نرم روئی کا جیسا معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی' فتح مکہ کے موقعہ پر تمام دشمنان دین کو یک لخت معاف کر دینا آپ کی غایت رحمت تھی اور اسی وجہ سے آپ نے ان کے دل جیت لئے تھے اور حلقہ اسلام بے حد وسیع ہو گیا تھا' مکہ کے لوگوں کو قحط کا سامنا ہوا تو آپ نے بروقت ان کی امداد فرمائی' غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ سگے بھائیوں جیسا سلوک فرمایا' طائف میں لہولہان ہوتے ہوئے پھر بھی دعائے ہدایت کی' کبھی انتقام نہ لیا۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں نرمی اور صبر کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا:

"درحقیقت نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے' اس کو زینت بخش دیتی ہے' اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔" (مسلم)

نرمی' ملائمت' فروتنی' اپنے ساتھیوں کے لئے مہربان و نرم خو ہونا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا اور ہر کام اطمینان و خوش اسلوبی سے انجام دینا مطلوب ہے' جب کہ سختی' ترش روئی' بد مزاجی اور بد خلقی مذموم خصلتیں ہیں' اخلاقیات میں اس کو بنیادی دخل ہے کہ انسان لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور درشتی سختی کا رویہ اختیار نہ کرے۔ ایک حدیث میں ہے:

"بلاشبہ خداوند قدوس خود مہربان ہے اور ہر معاملہ میں نرمی و مہربانی پسند فرماتا ہے۔" (بخاری)

خود اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بتائی جا رہی ہے کہ وہ بڑا نرم و مہربان ہے اور نرمی و مہربانی اس کی ذاتی صفت ہے اور اسے یہ بات خوب پسند ہے کہ اس کے بندے باہم نرمی و مہربانی کا رویہ اپنائیں بلکہ ایک حدیث میں مزید تشریح ہے:

"وہ نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا نرمی کے سوا کسی دوسری چیز پر بھی نہیں عطا فرماتا۔" (مسلم)

خداوند قدوس کا نرمی و مہربانی کو پسند فرمانا خود بندگان خدا کے منافع و مصالح کے پیش نظر ہے کہ باہم نرمی و شفقت اور مروت و مہربانی کے جذبات کو فروغ دینا اور پروان چڑھانا ایک ایسی امتیازی خوبی اور کمال ہے جس کے ذریعہ پورے معاشرہ کو اطمینان و سکون عطا کیا جا سکتا ہے اور متنوع پریشانیوں اور تکلیفوں سے بچایا جا سکتا ہے' اسی لئے جس معاشرہ میں یہ عنصر مودت پیدا ہو جاتا اور جڑ پکڑ لیتا ہے وہ انتہائی امن و سکون اور راحت و چین کی زندگی بسر کرتا ہے اور اس نرمی پر اس کو منجانب اللہ بڑے عطیات اور فراخیوں اور اجر سے نوازا جاتا ہے اور مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا کی جاتی ہے۔

بعض حضرات اپنے معاملات اور طبیعتوں میں سخت ہوتے ہیں اور بعض نرم و مہربان' ناواقف حضرات یہ باور کرتے ہیں کہ سخت رویہ سے مقاصد میں جلد کامیابی مل جاتی ہے اور لوگوں پر رعب پڑتا ہے'

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی تردید اور اصلاح فرمائی ہے اور نرمی و مہربانی کو اللہ کی ذاتی صفت قرار دیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی محبوب چیز بتایا ہے' اصلاً مقاصد کی تکمیل و عدم تکمیل تو اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے' مگر اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ نرمی پر اپنے عطیات کا ابر کرم برساتا ہے اور کسی چیز پر اتنی داد و دہش نہیں فرماتا جتنی نرمی پر فرماتا ہے' نرمی ہی وہ صفت ہے جو اللہ کی مہربانی اپنی طرف منعطف کرانے کا واحد ذریعہ ہے۔

نرمی ہر چیز کو زینت بخشتی ہے' جمال و کمال عطا کرتی ہے اور درشت خوئی ہر چیز کو عیب دار بناتی ہے' ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک اونٹ پر سوار ہونا چاہا تو وہ بدکا' تو انہوں نے اسے سخت سست کہا' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! نرمی کرو' مہربانی سے کام لو' درشتی نہ کرو' برا بھلا مت کہو' نرمی ہر چیز کو زینت عطا کر دیتی ہے اور سختی عیب پیدا کر دیتی ہے۔ احادیث میں ایک اعرابی کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' لوگ اسے مارنے اور ہٹانے دوڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور وہاں پانی ڈال دو' تم آسانیاں کرنے والے بنائے گئے ہو نہ کہ سختیاں کرنے والے' اسی لئے ایک حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم آسانی و نرمی کرو' سختی نہ کرو اور مشکلات نہ پیدا کرو۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ہی کا مضمون ہے کہ جس میں نرمی کی صفت نہیں ہوتی وہ خیر سے محروم ہوتا ہے' انسان کی اکثر خوبیوں کا سرچشمہ نرم روی اور مہربانی ہے' ظاہر ہے کہ جب نرم روی نہ رہے گی تو ہر طرح کی اچھائی سے لازماً محرومی ہوگی۔

مشہور صحابی حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا' اس لئے میرا ہر کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہ ہوتا تھا اور نو عمری کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہو جاتی تھیں' لیکن دس سال کی اس مدت میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اف کہہ کر بھی نہیں ڈانٹا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا؟ (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی کا ذکر قرآن میں بھی کیا گیا ہے:

"یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لئے بڑے
نرم مزاج واقع ہوئے ہیں' ورنہ اگر کہیں
آپ تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب
گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔"

مطلب یہ ہے کہ اسلام کی دعوت کی تیز رو کامیابی اور مقبولیت کا سہرا بفضل خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نرمی اور مزاج میں سرتاسر شفقت کے سر بندھتا ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کے دل بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کھنچتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کو فتح نہ کر پاتے۔ بہرحال نرمی اور ملاطفت بہت ہی محمود اوصاف ہیں' ہاں یہ ضرور ہے کہ شریعت میں اس کی بھی حدود مقرر ہیں' جہاں دین کی توہین ہو رہی ہو یا احکام دین کے اجراء کی ضرورت ہو' وہاں سختی اور سزا لازمی ہو جاتی ہے اور ایسے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا سخت ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ بقیہ عام حالات میں درشت خوئی اور غلظت قلب طبعی طور پر لوگوں کو بھگاتی' دور کرتی اور متنفر کرتی ہے' داعیٔ دین اور عالم و مبلغ کو خصوصاً بہت خوش خلق اور خندہ رو ہونا چاہئے' دین کی طرف لوگوں کا کشاں کشاں آنا اسی طرح ممکن ہے جب کہ خشونت اور تنگ دلی کا اظہار دعوت و تبلیغ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے' ہر شب کو سحر کرنے کی کوشش اسی وقت کامیاب ہوگی جب وسعت و نرمی ہو اور درشتی و بیزاری کا نام و نشان تک نہ ہو' یہی تمام خیر کی اساس اور اصل ہے اور اس سے محرومی بہت بڑا خسارہ ہے۔

اسلام کی ان اعلیٰ تعلیمات کو پیش کرنے کے بجائے اسے تشدد و ظلم کا دین ظاہر کرنے کی جو کوششیں میڈیا کر رہا ہے وہ عصر حاضر کا ایک زبردست المیہ اور حق و واقعیت کے ساتھ بھیانک ناانصافی اور ظلم ہے' اسلام کی تمام تعلیمات جس جوہر اعتدال سے آراستہ ہیں وہ ایک گوہر نایاب ہے' جنس گراں مایہ ہے جو خال خال بھی نہیں ملتی ہے۔

ظالم کے ظلم کا دفاع اور اپنا بچاؤ اسلام میں فرض ہے' یہ تشدد نہیں ہے' امن پسندی ہے' اب جو لوگ اسلام کا مطلب یہ سمجھنا چاہتے ہوں کہ ظالم کے ظلم کا دفاع بھی نہ کیا جائے اور ہر وار سہ لیا جائے تو وہ جان لیں کہ اسلام اور اہل اسلام نرم چارہ نہیں ہیں اور وہ تر نوالہ نہیں ہیں' بلکہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکو اور مظلوم کا ساتھ دو' امن پسندی کی یہ تشریح کی: "ظالم کا ظلم برداشت کر لیا جائے اور اسے شیر بنے ہی رہنے دیا جائے اور اپنے کو بزدل ظاہر کیا جائے۔"

ایک غیر اسلامی تشریح ہے' اسلام کی امن پسندی وہ ہے جسے اقبال مرحوم نے یوں بیان کیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

☆☆..........☆☆

آخری قسط

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی کا نظریہ

قادیانیوں کو دعوت غور و فکر

جناب شیخ راحیل احمد، جرمنی

جناب شیخ راحیل احمد صاحب قادیانی جماعت جرمنی کے سرکردہ رہنما تھے۔ قادیانی جماعت کے لئے انہوں نے دن رات ایک کرکے کام کیا۔ قدرت حق نے توفیق دی وہ ۲۳/اگست ۲۰۰۳ء کو آفن باخ فرینکفرٹ جرمنی مسجد توحید کے خطیب و امام حضرت مولانا مشتاق الرحمن صاحب (جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل اور جرمنی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ہیں) کے ہاتھ پر قادیانیت سے توبہ کرکے مسلمان ہوگئے۔ ان کے اسلام لانے کی تفصیلات یورپ و پاکستان کے قومی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ حال ہی میں محترم شیخ راحیل احمد صاحب نے ذیل کا مضمون عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان فیکس کیا' جو شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ (ادارہ)

لیکن کسی اعتراض سے بچنے اور اشک شوئی کی خاطر اب ان الزامات یا اتہامات کو بیان کرنے کی غرض و غایت بتاتے ہوئے آئندہ کے لئے اپنی غلط پیشگوئیوں کی راہ بھی صاف کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ انہی الزامات کے بعد لکھتا ہے:

"غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں' مگر یہ غلطی نفس الہام میں نہیں بلکہ سمجھ اور اجتہاد کی غلطی ہے' چونکہ انسان تھے اور انسان کی رائے خطا اور صواب دونوں کی طرف جاسکتی ہے' اس لئے اجتہادی طور پر یہ لغزشیں پیش آگئیں۔" (ازالہ اوہام ص:۸' روحانی خزائن ج:۳ص:۱۰۶)

قادیانیوں سے ایک سوال:

بات جو بھی کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ میں دعویٰ کروں کہ یہ جو نوکری ہے' اس کے لئے تم جس امیدوار کا انتظار کررہے تھے وہ تو فوت ہوگیا ہے اور اس وجہ سے نہیں آسکتا' لیکن اس کوالیفکیشن کے ساتھ میں آگیا ہوں' جس کوالیفکیشن والے شخص کی آپ کو ضرورت ہے۔ اب مجھے کہتے ہیں کہ بھئی اپنی کوالیفکیشن ثابت کرو جو ہماری ضرورت ہے؟ تو میرا جواب یہ ہو کہ جس امیدوار کی تم امید لگائے بیٹھے تھے اور جو مرچکا ہے۔ اس نے تو یہ امتحان بھی نقل سے پاس کیا تھا۔ فلاں ڈگری بھی جعلی تھی' ڈومیسائل بھی صحیح نہیں تھا۔ وغیرہ وغیرہ! تو کیا یہ صحیح طریقہ ہوگا؟ یا مجھے اپنی کوالیفکیشن سامنے رکھنی چاہئے؟ سوال تو صرف یہ ہے کہ اس کوالیفکیشن کی صحت پر اس سے پہلے بھی اعتراض نہیں ہوا اور اس اسٹینڈرڈ کو اس نوکری کے لئے ایک اسٹینڈرڈ قرار دیا چکا ہے' اب بجائے دوسروں کی غلطیوں یا خامیوں کی نشاندہی کو اپنا اسٹینڈرڈ ثابت کرو کہ تم اس کے اہل ہو یا نہیں؟

مرزا قادیانی نے اور بھی بہت سی موشگافیاں (توہین) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دوسری کئی کتابوں میں بھی دکھائی ہیں اور ان کا جواز یہ بتایا ہے کہ یہ اس لئے کی ہیں کہ عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اس لئے جواباً سخت زبان استعمال کی گئی ہے۔ میرے نزدیک یہ صرف عذر لنگ ہے اور مجھے یقین ہے کہ زیادہ تر قارئین بھی میری اس بات سے اتفاق کریں گے' کیونکہ اگر ہم صرف اوپر والے حوالوں کو ہی دیکھیں تو ہمیں اندازہ ہوجاتا ہے کہ مرزا قادیانی چھپے ہوئے خبط عظمت میں مبتلا ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ بھی لینا چاہتے ہیں پر اس دعوے کے ساتھ کہ یہ (مرزا قادیانی) حضرت عیسیٰ سے (نعوذ باللہ) بہتر ہیں' میری اس بات کی تصدیق مرزا قادیانی کی دوسری بہت سی تحریرات سے ہوجاتی ہے' جسے میں طوالت کے خوف سے یہاں شامل نہیں کررہا۔ آئندہ انشاء اللہ! کسی دوسرے مضمون میں ان چیزوں کا بیان ہوگا۔

اب میں مزید حوالے پیش کروں گا جس میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اور ساتھ ہی مرزا قادیانی کے بارے میں کچھ مواد پیش کروں گا اور قارئین پر یہ فیصلہ چھوڑوں گا کہ آیا جو الزامات یا اتہامات مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے ہیں آیا وہ خود مرزا قادیانی پر بھی

منطبق ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ جب مثیل مسیح یا مسیح موعود ہونے کا مرزا قادیانی کو دعویٰ ہے تو مماثلت کے لئے مسیح علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی کے بیان کردہ اتہامات مرزا قادیانی میں ہونے ضروری ہیں، تب ہی مرزا قادیانی مثیل مسیح یا مسیح موعود بنے گا؟

مرزا غلام احمد قادیانی کی بدزبانیاں:

۱:...... مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”ہاں! آپ کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام: ناقل) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص:۵، خزائن ج:۱۱ ص:۲۸۹)

آگے ایک جگہ مرزا قادیانی کتنی اچھی بات لکھتا ہے، میری طرح یقیناً آپ بھی مرزا قادیانی کی اس بات کی تائید کریں گے لکھتا ہے:

”ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔“ (ست بچن ص:۲۱، خزائن ج:۱۰ ص:۱۳۳)

لیکن مرزا قادیانی کے ان ارشادات کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

”اور یسوعوں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ، بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کرکے دکھانے والا منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے۔“ (تتمہ حقیقت الوحی ص:۱۴، خزائن ج:۲۲ ص:۴۴۵)

اب میں اس پر کیا تبصرہ کروں؟ ایسی بے شمار مثالیں ہیں، میں صرف ایک آدھ بطور نمونہ دے رہا ہوں۔

۲:...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مزید لکھتا ہے:

”یسوع (عیسیٰ علیہ السلام) درحقیقت بوجہ بیماری مرگی دیوانہ ہوگیا تھا۔“ (ست بچن ص:۱۷۱، خزائن ج:۱۰ ص:۲۹۵)

آیئے دیکھیں مرگی کو ہسٹریا بھی کہتے ہیں۔ اس کا کوئی مرزا قادیانی کی زندگی میں بھی رول ہے؟ ذرا دل تھام کر مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے اپنی مرتب کردہ کتاب ”سیرت المہدی“ میں مرزا قادیانی کے سالے ڈاکٹر میر محمد اسماعیل کے حوالے سے لکھتا ہے:

”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔“ (سیرت المہدی ج:۲ ص:۵۵)

۳:...... مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہتا ہے:

”یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت بھی تھی۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص:۵، خزائن ج:۱۱ ص:۲۸۹)

مرزا غلام احمد قادیانی کے نشانات:

اب میں مرزا قادیانی کا ”سچ“ پیش کرتا ہوں۔ اپنے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ پڑھئے اور سر دھنئے:

”اگر اس طرح سے ہم حساب کریں تو نشانات پچاس لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“ (ملفوظات ج:۴ ص:۲۴۳)

ان پچاس لاکھ نشانوں کو اگر ہم مرزا قادیانی کی پیدائش کے لمحے سے لے کر وفات کے لمحے تک اس (مرزا قادیانی) کی زندگی پر تقسیم کریں تو ہر ساڑھے سات منٹ پر ایک نشان ظاہر ہوتا ہے۔ گویا خود تو پیدا ہوئے ہی تھے ساتھ ساتھ نشانات بھی پیدا کرنے شروع کردیئے۔ اتنی جلدی جلدی تو بیکٹریا بھی پیدا نہیں ہوتے جتنی تیزی سے مرزا قادیانی کے نشانات پیدا ہوئے۔

۴:...... مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے بارے میں کہتا ہے:

”ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔“ (اعجاز احمدی ص:۱۴، خزائن ج:۱۹ ص:۱۲۱)

مرزا قادیانی پہلے اپنے ماتم سے تو فارغ ہولیں، کیونکہ مرزا قادیانی کی بھی تو بہت ساری پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ ان میں چار تو خاص طور پر قابل ذکر ہیں: اول: عبداللہ آتھم والی، دوم: عبدالحکیم والی، سوم: مولوی ثناء اللہ صاحب والی اور چہارم: محمدی بیگم والی۔

۵:...... مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پر خیال آرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:

”نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ (یسوع مسیح) نے پہاڑی تعلیم جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے، لیکن جب

سے یہ چوری پکڑی گئی ہے عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص:۶، خزائن ج:۱۱ ص:۲۹۰)

لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی بہت ہی آیات کو اس (مرزا قادیانی) نے اپنا الہام قرار دے دیا ہے ان میں سے مثال کے طور پر یہ دو آیات:

۱:...... "وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔"

(تذکرہ طبع سوم ص:۳۹۶،۸۳)

۲:...... "ھو الذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق۔"

(تذکرہ ص:۲۴۱،۴۵)

کئی دہائیاں گزر گئیں ان آیات اور دوسری آیات کی چوری پکڑے ہوئے۔ لیکن آفرین ہے قادیانیوں کی ڈھٹائی پر کہ شرمندہ تو دور کی بات ہے کہیں شرمندگی کی معمولی سی جھلک کے آثار بھی نہیں۔ اگر کسی صحیح نبی کے پیروکار ہوتے تو شرم محسوس کرتے؟

۶:...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیم کے ذکر میں مرزا قادیانی کہتا ہے:

"پھر تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔"

(چشمہ مسیحی ص:۱۱، خزائن ج:۲۰ ص:۳۴۶)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی ایک نظم میں لکھتا ہے:

گالیاں سن کر تم دعا دو
پا کے دکھ تم آرام دو

(درثمین اردو ص:۳۶)

اور اس کا بیٹا مرزا محمود اپنی ایک نظم میں کہتا ہے کہ:

چھوڑ دو رنج وعداوت ترک کرو بغض وکیں
پیار والفت کو کرو تم جان ودل سے اختیار

(کلام محمود حصہ اول ص:۶۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیم:

کتنی اچھی تعلیم ہے۔ آئیے دیکھیں کہ نمونہ بھی اتنا ہی اچھا ہے؟ مرزا قادیانی پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے بارے میں "اپنے پیار کے جذبات" کا اظہار ایسے کرتا ہے:

"کذاب' خبیث' مردود' بچھو کی طرح نیش زن اے گولڑہ کی زمین تجھ پر خدا کی لعنت ہو تو ملعون کے سبب ملعون ہوگئی' پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔"

(اعجاز احمدی ص:۷۵، خزائن ج:۱۹ ص:۱۸۸)

اب دیکھیں کہ کیا اخلاق ہے پیر صاحب کو تو جو کہا یا نہ کہا بعد کی بات' مگر اس گولڑہ کی زمین کا کیا قصور ہے کہ مرزا قادیانی اس پر بھی غضب نازل کر رہا ہے اور بھی تا قیامت؟

۷:...... مرزا قادیانی اپنی اعتراضات کی تلوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی پیشگوئیوں پر چلاتے ہوئے کہتا ہے:

"اس درماندہ انسان کی پیشگوئیاں کیا تھیں: صرف یہی کہ زلزلہ آئیں گے قحط پڑیں گے لڑائیاں ہوں گی پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص:۴، خزائن ج:۱۱ ص:۲۸۸)

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئیاں:

مرزا قادیانی کی پیشگوئیوں اور الہاموں اور دعووں پر مشتمل کتاب کا نام تذکرہ ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن آٹھ سو چالیس صفحات اور "چار سو بیس" اوراق پر مشتمل ہے' اس میں بے شمار زلزلوں اور تباہیوں کی گول مول خبریں دی ہیں۔ ان میں سے چند ایک بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

۱:...... "رویا میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے: زلزلہ کا ایک دھکا۔" (تذکرہ ص:۵۰۸)

۲:...... "زلزلہ کا دھکا۔" (اشتہار ۱۸/اپریل ۱۹۰۵ء تذکرہ ص:۵۱۷)

۳:...... "رویا دیکھا کہ زلزلہ آیا ہے۔" (تذکرہ ص:۵۴۲)

۴:...... "زمین تہ وبالا کر دی۔" (تذکرہ ص:۵۴۵)

۵:...... "التمر الحادو۔" (تذکرہ ص:۵۴۵)

۶:...... "الہام ہوا: "اس پر آفت پڑی۔" (تذکرہ ص:۵۵۱)

۷:...... "وحی ہوئی: زندگیوں کا خاتمہ۔" (تذکرہ ص:۵۷۱)

۸:...... "کمبل میں لپیٹ کر صبح قبر میں رکھ دو۔" (تذکرہ ص:۵۷۱)

۹:...... "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں۔" (تذکرہ ص:۶۰۷)

۱۰:...... "آفتوں اور مصیبتوں کے دن۔" (تذکرہ ص:۶۱۲)

۱۱:...... "لاکھوں انسانوں کو تہ وبالا کردوں گا۔" (تذکرہ ص:۷۰۴)

۱۲:...... "میرا دشمن ہلاک ہوگیا۔"

(تذکرہ ص:۷۰۵)

۱۳:......"ایک وبا پڑے گی۔" (تذکرہ ص:۷۰۴)

۱۴:......"راز کھل گیا۔" (تذکرہ ص:۷۰۹)

۱۵:......"فلاں کو پکڑو اور فلاں کو چھوڑ دو۔" (تذکرہ ص:۷۱۰)

۱۶:......"ایک اور قیامت برپا ہوئی۔" (تذکرہ ص:۷۱۰)

۱۷:......"یہ دو گھر ہی مر گئے۔" (تذکرہ ص:۷۱۳)

۱۸:......"زلزلہ آنے کو ہے ہمارے لئے عید کا دن۔" (۹/مارچ ۱۹۰۶ء تذکرہ ص:۵۹۳)

۱۹:......"اے بسا خانہ دشمن کہ تو ویراں کردی" حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے دشمنوں کے گھر ویران کئے۔" (تذکرہ ص:۷۱۴)

نوٹ اس کے علاوہ بھی دو چار نمونے الہامات کے پیش کرتا ہوں:

۲۰:......"ایک دانہ کس کس نے کھانا۔" (تذکرہ ص:۵۸۸)

۲۱:......"الہام ہوا:" اے ورڈ اینڈ ٹو گولز" (تذکرہ ص:۵۸۶)

۲۲:......"دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا ہے۔" (تذکرہ ص:۵۸۹)

۲۳:......"ایک ارادت مند لدھیانہ میں ہے" پھر اس کا مکان کا پتہ مجھے بتلایا گیا اور نام بھی بتایا گیا جو مجھے یاد نہیں۔" (تذکرہ ص:۵۹)

ایسے اور بے شمار نمونے مرزا قادیانی کی کتابوں میں آپ کو ملیں گے۔ اے ہوشیار مذہبی دکاندار کی اولاد اور...... تم لوگ اب کس منہ سے یہ سودا بیچ رہے ہو؟

مرزا غلام احمد قادیانی کی شرافت:

۸:...... مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی (نعوذ باللہ) صفات محمودہ کا بیان تو ایسے کیا ہے کہ ذاتی تجربہ کے باوجود شرفاء کسی کے بارے میں ایسی بات نہیں کہتے پڑھیے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

"اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ ہیں۔ ہیجڑہ ہونا کوئی اچھی صفت نہیں' جیسے بہرا اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں۔ ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی نمونہ نہ دے سکے۔" (نورالقرآن ص:۷' خزائن ج:۹ ص:۳۹۲)

اب ہم ذرا مرزا قادیانی کی اپنی زندگی میں جھانکتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے اپنی والدہ کے حوالے سے بیان کرتا ہے:

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود کو اوائل سے ہی مرزا فضل احمد کی والدہ سے جن کو لوگ عام طور پر "پھجے دی ماں" کہا کرتے تھے بے تعلقی سی تھی' جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رغبتی تھی اور ان کا ان کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے ان سے مباشرت ترک کر دی تھی۔" (سیرت المہدی ج:اول ص:۳۳' مرتبہ مرزا بشیر احمد ایم اے)

یاد رہے کہ مرزا قادیانی کی شادی 'پھجے دی ماں' سے تقریباً ۱۸۵۵ء میں ہوئی تھی اور مرزا بشیر کی والدہ (نصرت جہاں) سے ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی۔ مرزا فضل احمد تقریباً ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد دوسری شادی تک ۲۴ سال کوئی بچہ نہیں ہوا' بچہ کوئی بھی ہو' مگر کیا ۲۴ سال تک اپنی بیوی سے بے رغبتی نبیوں کا کام ہے؟ ایک عورت کو اگر سزا ہی دینی ہے تو کیا اتنی لمبی سزا جائز ہے؟ کیا ازواج سے سچی اور کامل معاشرت کا نمونہ یہی ہے؟ جب آپ ایک لمبا عرصہ بیوی کے حقوق پورے نہیں کریں گے تو وہ کس کس رنگ میں رنگین نہیں ہوگی؟ لیکن اب دیکھیں کہ مرزا قادیانی نے دین سے بے رغبتی کے باعث مباشرت ترک کی تھی یا کوئی اور وجہ تھی؟ مذہب سے بے رغبتی تو بہانہ تھا' اصل وجہ مرزا قادیانی خود بیان کرتا ہے:

"میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور وہ مرضیں یعنی ذیابیطس اور درد سر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں۔ جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا' اس لئے میری حالت مردی کالعدم تھی۔" (تریاق القلوب ص:۶۵' خزائن ج:۱۵ ص:۲۰۳)

لیکن یہیں پر بس نہیں کرتا بلکہ بقول خود قوت مردی کالعدم ہونے کے باوجود اس نے نصرت جہاں بیگم سے دوسری شادی کی اور مرزا قادیانی کے اپنے

کہنے کے مطابق کئی ماہ تک اپنے کو عورت کے قابل نہیں محسوس کرتا تھا۔ کہتا ہے:

"جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں' آخر میں نے صبر کیا۔" (مکتوبات احمدیہ ج:پنجم حصہ دوم صفحہ:۲۱ خط نمبر۱۴)

قادیانیوں سے سوال:

اگر آپ ایک غیرت مند مرد ہیں تو آپ سوچیں کہ کسی بھی وجہ سے اگر ایسی حالت ہوتی ہے تو کیا آپ ان حالات میں پہلے شادی کریں گے؟ یا پہلے علاج کروانے کے بعد شادی کریں گے؟ اگر ماں یا باپ ہیں ایک بیٹی کے تو ایسی بیماریوں اور کالعدم قوت مردی کے حامل کسی مرد کو اپنی بیٹی بیاہیں گے؟ بلکہ اگر کوئی ایسا رشتہ آئے گا تو کیا آپ ایسے رشتہ کے بارے میں سننے کے بھی روادار ہوں گے؟ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایت کے مطابق کہ ایسے مواقعوں پر قول سدید سے کام لو اور ان کو اپنے ایسے حالات کھول کر بتاؤ' جن سے آئندہ زندگی میں کوئی فساد نہ بن سکے' اپنی ایسی حالت (کالعدم قوت مردی) کا لڑکی کے والدین کو بتایا تھا؟ اسلام کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم ہے اور حقوق العباد پر بہت زور دیا گیا ہے' کیا مرزا قادیانی نے جبکہ پہلی بیوی کے حقوق ہی نہ ادا کر رہا تھا ایسی حالت میں ایک اور شادی کرکے ازدواجی حقوق اور حقوق العباد کی خلاف ورزی نہیں کی؟ پھر قابل غور فقرہ کہ: "میں نے صبر کیا" ان دو عورتوں نے جس طرح خاموشی سے اس ظلم کو برداشت کیا ان کے حقوق میں کوئی کلمہ خیر نہیں۔

حقوق انسانی اور مرزا غلام احمد قادیانی:

کیا اتنی واضح انسانی حقوق کی پامالی کے بعد کوئی ولی تو چھوڑ نیک آدمی بھی کہلا سکتا ہے' کجا کہ دعویٰ نبوت ہو؟ اور خود اس صفات محمودہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود کس طرح اپنے نبی پر اپنی زبان طعن دراز کر رہا ہے؟

احمدی کہلانے والو! آنکھیں کھولو! کس کو نبی مان رہے ہو؟ جو اپنے اہل بیت کے بھی حقوق ادا کرنے پر قادر نہیں؟ تمہارے کون سے حقوق ادا کرے گا؟ جو زندگی کے انتہائی اہم موڑ پر قول سدید کو چھپاتا ہے تمہاری کون سے نیک کام میں رہنمائی کر سکتا ہے؟ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انتہائی اہم حدیث سے آنکھیں بند کرکے کہ: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اس کے گھر والوں سے بہتر ہے۔" صرف اپنے نفس کی تسکین کے لئے ہر چیز کو چھپاتے ہوئے ایک کنواری سے شادی کرتا ہے' مگر اس کے حقوق ادا کرنے کے قابل نہیں تو وہ تمہیں کیسے سیرت اور تعلیم نبوی کی صحیح راہ دکھا سکتا ہے؟

۹:...... مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اتنا کچھ کہنے کے باوجود بھی مطمئن نہیں ہوا اور آخر ایک فقرے میں اپنا سارا بغض منتقل کرتا ہوا لکھتا ہے:

"کاش ایسا شخص دنیا میں آیا نہ ہوتا۔"

(نور القرآن ص:۴۴ خزائن ج:۹ ص:۴۱۷)

مرزا قادیانی کو زندگی میں کم از کم ایک سچا الہام بھی ہوا ہے اور وہ یہ ہے:

باقی صفحہ 22 پر

بہائی جماعت کی خدمت میں چند گزارشات

ہیں اور رسول پر تنوین تعظیم کے لئے ہے اور نبیین سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاءؑ ہیں' اور اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی فرمان میں اور دین اسلام کے مدون شدہ لٹریچر میں بارہ سو سال بعد کسی نبی و رسول ہونے کا ذکر نہیں ملتا بلکہ پوری امت ایسا دعویٰ کرنے والے کو جھوٹا اور دجال سمجھتی ہے' لیکن اس کے باوجود صابر آفاقی صاحب کہتے ہیں:

"ان دونوں (یعنی آل عمران اور احزاب کی) سورتوں کی رو سے مسلمان امت سے یہ عہد لیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب مظہر اعلان ماموریت کرے تو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔" (ص:۲۶ بشارات ظہور)

صابر آفاقی صاحب ذرا غور تو فرمائیں' مسلمان امت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاءؑ سے عہد لیا گیا' لیکن وہ کیسا عہد تھا جس کی امت کو کچھ بھی سن گن نہ تھی اور بارہ سو سال کے تہہ بہ تہہ پردوں میں چھپے ہوئے اس عہد کو کون سے بروز میں لانے کے لئے مظہر ماموریت کو ظہور کرنا پڑا اور امت کو پھر بھی خود دیا ہوا عہد یاد نہ آیا اور وہ حیران ہو کر طبقہ بہائیہ سے پوچھتی ہے کہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے بالکل خلاف دس صدیوں بعد وہ کون سے حتمی دلائل تمہارے ہاتھ آ گئے ہیں کہ تم نے دین حق کو ترک کرکے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقیناً نہیں تو کیا تمہارے سمجھنے کا وقت ابھی تک نہیں آیا۔

☆☆..........☆☆

عشق و محبت انسانیت کی فطرت

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

امام غزالیؒ نے حج کی حقیقت اور روح کو (جس کو ایمان بالغیب اور مطلق امتثال امر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے) بڑے عجیب اور بلیغ انداز میں بیان کیا ہے اور اپنے موئے قلم سے اس کی دلکش اور دل آواز تصویر کھینچ دی ہے۔ انہوں نے دین کے اس اہم رکن کے قلب و جگر میں اتر کر اس کی بہت اچھی تشریح کی ہے اور اس کے مغز اور جوہر کو ہمارے سامنے پیش کردیا ہے جو بہت سے قدیم و جدید اہل فکر کی نظر سے رہ گیا تھا۔

وہ لکھتے ہیں:

"اس (بیت اللہ کی) وضع اور شکل ایک شاہی دربار یا شاہی ایوان کی طرح ہے جہاں پر عشاق و اہل فراق ہر دشوار گزار اور دور دراز مقام سے افتاں و خیزاں آشفتہ سر اور پراگندہ منہ ہو کر پہنچتے ہیں۔ رب البیت کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے اپنی حقارت کا احساس لئے ہوئے اس کی عزت و جلال کے سامنے اپنے کو فراموش کئے ہوئے اس علم و اعتراف کے ساتھ کہ وہ اس سے پاک اور بلند و برتر ہے کہ کوئی گھر اور چہار دیواری اس کو گھیر سکے یا کوئی شہر اس کا احاطہ کر سکے تاکہ ان کی عبودیت و رقت اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور اطاعت و انقیاد اور تسلیم و رضا میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔"

اسی لئے ان کو ایسے اعمال اور نقل و حرکت کا پابند کیا گیا ہے جن سے نہ نفس انسانی کا کوئی لگاؤ ہے نہ عقل کی وہاں تک رسائی ہے' مثلاً رمی جمار (شیطان کو ایک خاص جگہ پر پہنچ کر پتھر مارنا) صفا و مروہ کے درمیان بار بار دوڑنا' اس قسم کے اعمال کمال عبودیت اور غایت درجہ فنائیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ایک قسم کی رحم دلی و غم خواری ہے۔ اس کا مفہوم بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے اور عقل بھی اس کو قبول کرتی ہے۔ روزہ نفس کشی اور ان خواہشات بشری کی سرکوبی کے لئے ہے' جن کو شیطان اپنی مقصد براری کے لئے استعمال کرتا ہے اور اس میں دوسرے مشاغل کم کرکے عبادت میں انہماک و اشتغال کا پہلو واضح ہے۔ نماز میں رکوع و سجود اور ان افعال اور حرکات کے ذریعے جن سے تواضع کی روح پیدا ہوتی ہے' خدا کے سامنے اس کی کبریائی اور اپنے عجز کا اظہار ہے اور اس سے دلوں کو خاص لگاؤ محسوس ہوتا ہے' لیکن رمی جمار اور سعی اور اس طرح کے دوسرے اعمال ایسے ہیں جن سے دل کو کوئی حظ اور سرور حاصل نہیں ہوتا۔ طبیعت بشری بھی ان کی طرف مائل نہیں ہوتی اور عقل بھی ان کے معنی و مفہوم سے قاصر رہتی ہے۔ چنانچہ یہ عمل یا اقدام صرف اطاعت ہی کے جذبے سے کیا جاتا ہے' یہ سمجھ کر کہ یہ خدا کا ایک حکم ہے جو بہر صورت واجب الاتباع ہے اس سے مقصود عقل کو اس کے اختیارات سے محروم کردینا اور نفس و طبیعت کو ان چیزوں سے دور رکھنا ہے جن سے اس کو لگاؤ اور انس پیدا ہو سکتا ہو' اس لئے کہ جب کوئی چیز عقل سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے تو طبیعت اس کی طرف خود بخود چلنے لگتی ہے اور طبیعت کا یہ رجحان خود اس عمل کا باعث اور محرک بن جاتا ہے اور اس میں کمال عبدیت اور مجرد اطاعت کی شان باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر خصوصیت سے یہ الفاظ کہے:

"لبیک لحجۃ حقا تعبداً ورقاً"

"لبیک حج پر سچے دل کے ساتھ' غلامی اور عبدیت کے جذبے کے ساتھ۔"

حج کے علاوہ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عبادت حتیٰ کہ نماز کے لئے بھی استعمال نہیں فرمائے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مخلوق کی نجات کا دارومدار اس پر رکھا ہے کہ ان کے اعمال اطاعت و انقیاد اور تسلیم و عبودیت کے طریقے اور سنت پر ہوں اس لئے وہ اعمال و عبادات (جن کے اسرار و معانی

عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہیں) تزکیہ نفس اور رجحان وطبیعت' اخلاق وفضائل سے بنا کر عبودیت کاملہ سے روشناس کرنے میں زیادہ مؤثر ہیں۔ اس بات کی تہہ تک پہنچ جانے کے بعد یہ بات ہماری سمجھ میں خوب آ جائے گی کہ ان افعال اور حرکات وسکنات پر تعجب دراصل ان عبادتوں کے مخصوص اسرار ومقاصد کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اور حج کی اصل بنیاد اور حقیقت سمجھنے کی لئے انشاء اللہ اتنا ہی کافی ہے۔" (احیاء العلوم جلد نمبر۱ص۲۴۰) رمی جمار کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کا مدار اطاعت محض اور مجرد امتثال امر پر ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس سے مقصود مجرد امتثال امر ہے تاکہ مکمل عبودیت کا مظاہرہ ہو سکے۔ عقل اور نفس کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ مزید برآں اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ ہے اس لئے کہ ابلیس ملعون اسی جگہ ان کے حج میں شبہ پیدا کرنے یا کسی معصیت میں مبتلا کرنے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو کنکریاں ماریں تاکہ وہ ان کے پاس سے دفع ہو جائے اور ان کو ان سے کوئی توقع ہی باقی نہ رہ جائے۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ ان کے سامنے شیطان حقیقت میں آ گیا تھا اس لئے انہوں نے اس کو مارا' میرے سامنے تو شیطان نہیں ہے کہ میں ماروں تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ یہ خیال بھی شیطان ہی کا پیدا کردہ ہے اور وہی ہے جس نے یہ خیال تمہارے دل میں ڈالا ہے تاکہ شیطان کو ذلیل وخوار کرنے کا جو عزم وارادہ تمہارے اندر تھا وہ کمزور پڑ جائے۔ تم کو جاننا چاہئے کہ ظاہر میں تم جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارتے ہو لیکن حقیقت میں وہ کنکریاں شیطان کے منہ پر پڑتی ہیں اور اس کی کمر توڑ دیتی ہیں اس لئے کہ اس کی تذلیل تو بس سب سے زیادہ تعمیل حکم سے ہوئی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اطاعت محض کے جذبے کے ساتھ ہو نفس یا عقل کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔" (احیاء العلوم جلد نمبر ۱ ص ۲۴۳)

"جاننا چاہئے کہ یہ امتثال امر (یعنی قربانی) تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے؟ چنانچہ یہ حکم بھی فوراً بجالانا چاہئے اور یہ امید اللہ تعالیٰ کی ذات سے رکھنی چاہئے کہ اس کے ایک ایک جزو کے بدلے میں تمہارا ایک ایک جزو آگ سے محفوظ رکھے گا۔ حدیث میں اسی طرح آیا ہے' قربانی جتنی بڑی ہوگی اور اس کے اجزاء جتنے زیادہ ہوں گے آگ سے فدیے بھی اسی قدر زیادہ ہو سکیں گے۔" (احیاء العلوم جلد نمبر ۱ص:۲۴۳)

حاجی حکم کا بندہ ہے اور اشاروں کا غلام ہے:

حج اپنے سارے ارکان واعمال اور مناسک وعبادات کے ساتھ اطاعت محض مجرد امتثال امر بے چون چرا حکم بجالانے اور ہر مطالبے کے آگے سر جھکا دینے کا نام ہے۔ حاجی کبھی مکہ میں نظر آتا ہے' کبھی منیٰ میں' کبھی عرفات میں' کبھی مزدلفہ میں' کبھی ٹھہرتا ہے' کبھی سفر کرتا ہے' کبھی خیمہ گاڑتا ہے' کبھی اکھاڑتا ہے' وہ حکم کا بندہ اور چشم وابرو کا پابند ہے۔ اس کا خود نہ کوئی ارادہ ہوتا ہے نہ فیصلہ' نہ انتخاب کی آزادی' وہ منیٰ میں اطمینان سے سانس بھی لینے نہیں پاتا کہ اس کو عرفات جانے کا حکم ملتا ہے لیکن مزدلفہ میں رکنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ عرفات پہنچ کر وہ دن بھر دعا وعبادات میں مشغول رہتا ہے' غروب آفتاب کے بعد اس کو اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ ذرا ستالے اور رات کو یہیں رہ جائے۔ لیکن اس کے بجائے اس کو مزدلفہ جانے کا حکم ملتا ہے۔ وہ زندگی بھر نماز کا پابند رہا تھا لیکن عرفہ میں اس کو اس کا حکم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز ترک کر دے اس لئے وہ اللہ کا بندہ ہے' نماز یا اپنی عادات کا بندہ نہیں' وہ یہ نماز مزدلفہ پہنچنے کے بعد عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتا ہے۔ مزدلفہ میں اس کا خوب جی لگتا ہے اور سوچتا ہے کہ یہاں جی بھر کر ٹھہرے مگر اس بات کی اجازت بھی اس کو نہیں ملتی اور اس کو منیٰ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سب انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے بعد تمام عشاق واہل محبت اہل دل اور اہل طلب کی زندگی کا طرز یہی تھا۔ کبھی سفر' کبھی قیام' کبھی وصل' کبھی ہجر' نہ عادت کی غلامی نہ ذوق کی اسیری نہ خواہش کی تابعداری' نہ شہوت کے آگے سپر اندازی۔

رحمت خداوندی کو متوجہ کرنے میں زمان و مکان کا حصہ:

اس کے لئے سب سے موزوں اور مناسب جگہ یہی تھی جہاں اہل محبت کے پیشوا مخلصین کے امام اور اپنے زمانے میں اللہ کے سب سے زیادہ محب اور محبوب اور مقرب بندے نے اخلاص ومحبت' وفاداری وجاں نثاری اور ایثار وقربانی کی ایسی دل آویز اور حیرت انگیز کہانی پیش کی جو پاکیزہ محبت' بے غرض وفاداری اور صدق واخلاص کی تاریخ میں سب سے زیادہ تابناک اور فریب ہے اس کے بعد جتنے انبیاء کرام موحد و مخلص اور عاشق صادق پیدا ہوئے وہ سب اپنے اپنے دور میں ان ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے' ان کی ایک

باقی صفحہ 22 پر

محبت اپنے حقیقی مفہوم و معنی میں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے بارے میں فرمایا ہے:

"اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ سے بے پناہ محبت کرنے والے ہیں۔"

محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو محب کی نگاہ میں محبوب کی ہر ادا اور ہر خواہش کو قابل عمل بنا دیتا ہے اور محب اپنے محبوب کی رضا کے لئے وہی کام کرتا ہے جو محبوب چاہتا ہے اور اس کی اداؤں کو اختیار کر کے اس کا قرب تلاش کرتا ہے محبوب جن چیزوں کو پسند کرتا ہے محب بھی ان سے محبت کرنے لگتا ہے ایک انسان جب کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو اس میں کوئی پسندیدہ صفت کارفرما ہوتی ہے کوئی کسی کے حسن ظاہر پر فریفتہ ہوتا ہے' کوئی کسی کے حسن سیرت کا گرویدہ ہوتا ہے' عقلمند انسان وہ ہے جو محبوب کی خوبیوں پر غور کرے اور یہ دیکھے کہ آیا جس صفت حسن سے میں محبت کرتا ہوں وہ عارضی ہے یا دائمی' اصلی ہے یا نقلی۔ اس اعتبار سے محبت بھی عارضی یا حقیقی ہوگی اور چونکہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے تو موصوف میں تغیر و تبدل سے صفت بھی بدلے گی اور جب صفت حسن و خوبی بدلے گی تو محبت میں بھی فرق آئے گا' اس لئے کہ محبت اسی صفت کی وجہ سے ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ازلی و ابدی ذات ہے جس کی خوبیاں لازوال اور ہر صفت ایسی کہ اس میں یکتا و بے مثال' جب اس کی ذات میں زوال نہیں تو اس کی صفت میں بھی انحطاط نہیں' لہٰذا اس سے محبت بھی اصلی و ابدی ہوگی اور یہی حقیقی محبت ہے باقی سب مجازی ہیں۔

جب بندۂ مومن کو اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی' اس کی ذات و صفات کی ازلیت کا یقین ہوگیا تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ محبوب حقیقی تو اللہ ہی بن سکتا ہے پھر دوسرے در پر کیوں ٹھوکریں کھائے اور نامراد واپس آئے گو ہر مقصود اگر ملے گا تو اسی بارگاہ سے ورنہ کہیں نہیں' اس حقیقت کے ادراک کے ساتھ

مولانا منظور الحق قاسمی

ہی اس کا ہر عمل اللہ کے لئے ہونے لگتا ہے اور یہی محبت کا کمال ہے جو کمال ایمان کہلاتا ہے' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لئے کسی کو دیا اور اللہ ہی کے لئے کسی کو نہیں دیا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل بنالیا۔"
(ابوداؤد)

محبت کی روح و حقیقت یہی جذبہ ہے کہ اپنے ارادے' خواہشات' جذبات و احساسات ہر ایک محبوب حقیقی کے ارادے اور خواہشوں اور حکموں کے تابع کر دے' بس اسی کا ہو کے رہ جائے' اس سے محبت کرے جس سے محبوب حقیقی محبت کرتا ہے' اور انہیں لوگوں سے بغض رکھے جن سے محبوب کو بغض ہے' اگر مال و دولت کسی کو دینا ہے تو انہیں کو دے جن کو دینے سے محبوب خوش ہو اور ان کو نہ دے جن کو دینے سے ناراض ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں یہ تین صفتیں پیدا ہوجائیں' اس کو ایمان کی حلاوت و لذت حاصل ہوجاتی ہے:

"ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کو ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب رکھے' دوسرے یہ کہ آدمی کسی چیز سے محبت صرف اللہ کے لئے کرے' تیسرے یہ کہ کفر میں لوٹنا ایسا ہی ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

چونکہ اللہ سے محبت ہے لہٰذا لازم ہے کہ اس کے سب سے محبوب بندے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت رکھے کیوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت کے بغیر اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور نہ محبت حق نصیب ہوگی جب کہ اللہ

تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب کی زبان سے اعلان کرادیا ہے:

"آپ کہہ دیجئے اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو' اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔" (آل عمران:۳۱)

"جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔" (سورۂ نساء)

"کہہ دیجئے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔"

یہ اطاعت و پیروی اس صورت میں ہوگی' جب رسول کی محبت دل میں رچ بس جائے' یہاں تک کہ کسی دوسرے کی محبت اس پر اثر انداز نہ ہوسکے' لہٰذا اس حقیقت کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا:

"تم میں کا کوئی مومن (کامل) نہیں ہوگا' یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کے لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔" (بخاری و مسلم)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ محبت صرف اللہ و رسول سے ہونی چاہئے باقی تمام لوگوں سے محبت اس حقیقی محبت کے تابع ہوکر کرنی چاہئے یا بغض و نفرت انہیں دونوں (اللہ و رسول) کی مرضی کے تحت ہونا چاہئے تو پھر ہم کو یہ جائزہ لینا ہے کہ دنیا میں کن سے محبت کریں اور کن سے نفرت' اور کیوں کریں؟ اس کے لئے قرآن میں غور کریں' حدیث میں دیکھیں کہ اللہ و رسول کو کن لوگوں سے محبت ہے تاکہ ہم انہیں سے محبت کریں اور پتہ لگائیں کہ کن سے بغض ہے تاکہ انہیں سے نفرت کریں' اور اللہ و رسول کن لوگوں پر مال خرچ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کن لوگوں پر خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں تاکہ اس پر عمل پیرا ہوکر اپنے ایمان کی تکمیل کرسکیں۔

۱:...... اور اللہ مومنین کا دوست ہے۔

۲:...... احسان کرو اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۳:...... اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۴:...... اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

۵:...... اور اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

۶:...... اور اللہ خوب پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۷:...... عنقریب اللہ شکر گزاروں کو جزا دے گا۔

قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے لہٰذا ایمانی محبت کا مطالبہ ہے کہ اہل ایمان ان لوگوں سے محبت کریں ان کی حمایت و تعاون کریں' اللہ کے محبوبوں سے محبت کرنا اللہ سے محبت کی دلیل ہے "من احب للہ" کا یہی مفہوم ہے۔

ان کے برعکس وہ لوگ بھی ہیں' جن کو اللہ مبغوض رکھتا ہے۔ "وابغض للہ" کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم بھی ان لوگوں سے بغض و نفرت رکھیں ہمارا بغض اپنی ذاتی پسند یا ذاتی نفرت کے باعث ہرگز نہ ہو۔

☆...... بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

☆...... اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

☆...... اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

☆...... بے شک اللہ پسند نہیں کرتا گناہگار خائن کو۔

☆...... بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

☆...... اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

☆...... بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

☆...... بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس لئے ان جیسے افراد سے دینی بغض رکھنا واجب ہے' اس لئے کہ اللہ کے نزدیک یہ مبغوض و ناپسندیدہ ہیں' البتہ فساد و تکبر' ظلم و کفر' خیانت و گناہ' اسراف و اعتداء کی صفت مذمومہ سے باز آجائیں اور ایمان لاکر اللہ سے سچی محبت کرنے والے بن جائیں تو پھر یہی محبوبین میں شامل ہوں گے' اس صورت میں ان سے بغض و نفرت کرنا گناہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ محبت الٰہی میں بندگان خدا سے محبت و نفرت کا دارومدار صفات محبوبہ یا صفات مبغوضہ کا پایا جانا ہے' ذاتی اعتبار سے محبت و نفرت کا کوئی تصور نہیں اور انسان ہونے کے ناطے انسانیت کا احترام اور رواداری کا معاملہ ضرور کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بدترین دشمنوں کے ساتھ اخلاق و مروت سے پیش آتے تھے' یہاں تک کہ اپنے مخالفین و معاندین سے اخلاق و رواداری سے ملتے تھے اور یہی صفات صحابہ کرامؓ کے اندر بھی پائی جاتی تھیں' جس کے باعث اسلام تیزی سے پھیلا گیا' محبت و پیار کی تلوار نے دلوں کو فتح

کیا‘ جس طرح قرآن میں اللہ نے اپنے محبوب و پسندیدہ افراد مبغوض اشخاص کا ذکر فرمایا ہے‘ اسی طرح حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب اور ناپسندیدہ لوگوں کا ذکر فرمایا ہے‘ مثال کے طور پر صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ حدیث بہت ہی مشہور ہے:

”اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں‘ میرے بعد ان کو ہدف ملامت نہ بنانا‘ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی‘ اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا۔“

یعنی اصحاب رسول سے محبت درحقیقت محبت رسول ہے‘ جس کے بغیر ایمان ناقص ہے اور ان نفوس قدسیہ سے بغض و عداوت حقیقتاً رسول سے بغض و نفرت کی علامت ہے اور ایسے افراد یا جماعت ملعون و گمراہ ہوں گے۔

جس طرح محبت و نفرت کرنے کے بارے میں وضاحت کی گئی‘ اسی طرح یہ بھی بتایا گیا کہ جب مال دینا ہو یا خرچ کرنا ہو تو کن لوگوں پر خرچ کریں:

”مال خرچ کرو تو اپنے والدین‘ اپنے قریبی رشتہ داروں‘ یتیموں ناداروں اور مسافروں پر‘ اللہ کے راستے میں‘ دین کی اشاعت میں اور گناہ کے کاموں میں‘ فضول چیزوں میں اللہ کی دی ہوئی دولت نہ لٹاؤ‘ ظلم و معصیت میں کسی کا تعاون نہ کرو‘ جب بندہ مومن ان ممنوعہ مواقع پر خرچ کرے گا تو اللہ سے محبت کے اپنے دعویٰ میں وہ سچا نہیں ہے۔“

لہٰذا ایک بندۂ مومن کی حیثیت سے ہمارا عمل کیسا ہونا چاہئے؟ اس پر ہم کو غور کرنا ہے۔ آج ہم دنیا کی محبت میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں‘ دنیا طلبی اور لذت کوشی میں دین کو حصول زر اور طلب جاہ کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اللہ جو محبوب حقیقی ہے‘ اس سے لو لگانا چھوڑ دیا ہے‘ اسی لئے وہ دنیا بھی ہاتھ سے گئی جس کے طالب بن کر آخرت کو بھول گئے اور محبوب حقیقی بھی روٹھ گیا اور اقوام عالم نے جان لیا کہ اب ان میں ایمانی قوت جو عشق حقیقی سے پیدا ہوتی ہے نہیں رہی‘ لہٰذا یہ بے روح مسلمان ہمارے لئے تر نوالہ ہیں ان کو دباؤ اور ان کی دولت سے اپنا کام چلاؤ اور اس وقت پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ ☆☆

بقیہ: قادیانی نظریہ

”وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا۔“ (آگے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی تصریح نہیں کی گئی)۔

(تذکرہ ص:۶۵۷ طبع دوم مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

اب جس کو خدا خود کہہ رہا ہے کہ تمہارا کام میری مرضی کے موافق نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے کام اور بات پر زور دے رہا ہے تو ایسے شخص کے لئے یقیناً آپ بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ: ”کاش ایسا شخص دنیا میں نہ آیا ہوتا۔“

اے اور بے شمار فضول قسم کے اعتراضات مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات پر کئے ہیں۔ مضمون پہلے ہی کافی طوالت اختیار کر گیا ہے۔ اس لئے انشاء اللہ مزید آئندہ کسی مضمون میں بیان کروں گا۔ ویسے بھی یہ مضمون میری زیر تصنیف کتاب میں سے ہے‘ کتاب میں انشاء اللہ اس پر کچھ مزید روشنی ڈالوں گا۔

بقیہ: انسانیت کی فطرت

ایک ادا کی نقل کرتے رہے اور صدق و وفا کی وہی کہانی دہراتے رہے۔ انہوں نے اسی طرح بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی‘ عرفات میں ٹھہرے‘ مزدلفہ میں رات گزاری‘ جمرات میں کنکریاں ماریں اور منیٰ میں قربانی کی۔

اس طرح زمان و مکان میں کہانی کی ان فصلوں میں جو برابر دہرائی جاتی رہی ہیں‘ ان اعمال میں جن میں ان کی تقلید جاری ہے۔ محبت کے ان جاں نواز اور روح پرور جھونکوں میں جن سے حجاج از سر نو تازگی حاصل کرتے ہیں۔ اس وقت ذوق و شوق میں جس میں وہ ہمہ وقت ڈوبے رہتے ہیں‘ امت کے ان مختلف طبقوں اور جماعتوں کی صحبت میں جن کی رفاقت ان کو میسر آتی ہے اس دینی اور روحانی اجتماع میں جس کی نظیر روئے زمین پر کہیں نہیں ملتی اور ذکر و دعا‘ تلبیہ اور استغفار کے دل آویز زمزموں میں جو ہر وقت اس فضا میں گونجتے رہتے ہیں اور دل میں بس جاتے ہیں‘ وہ چیز اب بھی موجود ہے جو مردہ دلوں کو حیات نو بخشتی ہے‘ پست ہمتوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے‘ مضمحل و افسردہ نفوس کو نئی زندگی عطا کرتی ہے اور عشق کی دبی ہوئی چنگاری کو پھر سے بھڑکا دیتی اور چھیڑ دیتی ہے‘ جو بجھنے کے قریب تھی یا بجھ چکی تھی‘ رحمت الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور اس میں جوش پیدا کرتی ہے۔

مسلمانوں کے اس عظیم الشان اجتماع اور اہل ایمان کی دعاؤں میں رحمت الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی جو خاصیت ہے اور اس کی بدولت سخت سے سخت دل والوں کو زندگی و حرکت اور ذوق و شوق کی جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کی طرف بہت سے اہل نظر و اہل دل علمائے اسلام نے (بھی) توجہ کیا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ ’الفاروق‘ کراچی)

مرسلہ: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بہائی جماعت کی خدمت میں چند گزارشات

مولانا ڈاکٹر عبدالواحد

ہمارے محترم مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب نے بہائی مذہب سے متعلق دو تین رسائل دیئے اور بتکرار مطالبہ کیا کہ میں اس بارے میں کچھ لکھوں' ان رسائل میں ایک ''بشارات ظہور'' کے نام سے ہے' جس کے مصنف آفاق صابری صاحب ہیں۔ اس رسالہ کے بارے میں خود اس کے ناشر کا کہنا ہے کہ محترم پروفیسر صابر آفاقی نے امر بہائی کے مطالعہ و تحقیق کے دوران حضرت بہاء اللہ جل ذکرہ الاعظم کے ظہور مبارک سے متعلق آسمانی صحائف' بھگوت گیتا' عہد نامہ عتیق' صحائف زرتشت' تری پٹا کا' عہد نامہ جدید اور قران حکیم سے بشارات پر مشتمل مسودہ محفل مقدس ملی کے حضور بغرض تصویب...... پیش کیا تھا۔

دیگر صحائف سے متعلق تو ہم بحث نہیں کرتے' البتہ صابر آفاقی صاحب نے قرآن پاک کی جن آیات کو بہائی جماعت کے بانی کے بارے میں بشارات قرار دیا ہے ان پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن پہلے صابر آفاقی صاحب کی ہی تحریر میں بہائی مذہب کے چند عقائد معلوم کر لیجئے۔ صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں:

''۱:...... آج تک دنیا میں کوئی صحیفہ آسمانی اور کوئی شریعت خداوندی آخری نہیں ہوئی ہر شریعت و امت کی ایک میعاد ہوتی ہے' جس کے اندر وہ ارتقاء کے مراحل طے کرتی ہوئی نئے مظہر ظہور کے ذریعے نئی راہوں پر گامزن ہوتی ہے۔

(ص ۶۷ بشارات ظہور)

۲:...... جب نیا پیغمبر قیامت کا اعلان کرے گا اور شریعت محمدی کا دور ختم ہوجائے گا تو لوگ حیران ہوکر ایک دوسرے سے پوچھتے پھریں گے کہ کیا ہماری شریعت صرف دس صدیوں کے لئے ہی بھیجی گئی تھی۔ (ص:۷۱)

۳:...... قرآن حکیم نے تمام امتوں کی بشمول مسلمان اجل مقرر فرمادی ہے' جس سے وہ ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتیں:

''جب کسی امت کی اجل آجاتی ہے تو نئی کتاب شریعت خدا کی طرف سے نازل ہوجاتی ہے۔ اجل واقع ہونے پر اللہ تعالیٰ رسول بھیجتا ہے' اجل کے وقوع اور پھر رسول کی بعثت میں کوئی استثناء نہیں ہے' یہ قانون قدرت ہے اور سب اگلی پچھلی امتوں کے لئے یکساں ہے۔'' (ص:۷۲)

۴:...... ''یہ وہ دن ہوگا جب ہم تمام لوگوں کو ان کے ایک عظیم پیغمبر و امام کے ذریعے دعوت حق دیں گے۔'' (ص:۶۸)

ان اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ شریعت محمدی کا دور صرف ایک ہزار سال کے لئے تھا جو ختم ہو چکا اور بہاء اللہ کی شکل میں نئے عالمی پیغمبر کا ظہور ہوا اور بہاء اللہ ہی وہ موعود قرآن ہیں جنہوں نے ظہور فرما کر تمام اقوام عالم اور قبائل جہاں کو ایک کلمہ توحید پر جمع کردیا ہے اور اب سارے مذاہب عالمگیر امر بہائی میں متحد ہورہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جہاں تک اہل سلام کا تعلق ہے۔ وہ بہائیوں کے ان دعووں کو باطل سمجھتے ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمی پیغمبر اور تاریخ انسانیت کا آخری صاحب شریعت رسول مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اس عالم کی انتہا تک کے لئے ہے اور اس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی دعوائے نبوت کرے وہ جھوٹا ہے۔ ان باتوں پر پوری امت کا اتفاق رہا ہے اور قرآن پاک

سے بھی امت محمدیہ یہی سمجھتی رہی ہے۔

صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ صحیفے حقیقتاً کلام خدا اور غیر محرف ہیں۔" (صفحہ:۵)

اور چونکہ قرآن پاک بھی ان میں شامل ہے۔ اس لئے صابر آفاقی صاحب کے نزدیک وہ بھی غیر محرف ہے۔ پھر ایک آیت سے استدلال کرتے ہوئے آفاقی صاحب لکھتے ہیں:

"اس آیت مبارکہ کی رو سے تدبیرو تدوین امر اسلام کا عرصہ ۲۶۰ سال ہے اور پھر اضمحلال کی مدت ہے جو ہزار سال ہے یعنی کل ۱۲۶۰ سال ہوئے۔" (ص:۶۷ بشارات ظہور)

آفاقی صاحب کے اس اعتراف سے کہ قرآن پاک غیر محرف ہے اور دین اسلام کی تدوین ۲۶۰ تک ہوگئی تھی جس پر پھر اہل اسلام مزید ایک ہزار سال تک جیسے بھی تھا قائم رہے یہ بات واضح ہوئی کہ قرآن پاک کی آیات کے وہ معانی اور تفسیر جس پر پوری امت کا اتفاق بلکہ شروع سے آخر تک اس پر جزم اور جماؤ تھا وہ برحق تھی اور ۱۲۶۰ھ کے بعد اگر کوئی آکر قرآن پاک کی آیات کا ان سے مختلف مطلب بتائے تو وہ درست نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بات محال اور ناقابل تسلیم ہے کہ ایک مدت تک ایک معنی صحیح ہو پھر اس مدت کے بعد وہ معنی غلط ہوجائے اور اس سے متضاد معنی درست ہوجائے۔

اب ہم ۱۲۶۰ھ سے قبل کے مسلمانوں کے نقطہ نظر سے قرآن پاک سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری صاحب شریعت نبی ورسول ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:

"ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

لیکن (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور تمام انبیاً کے خاتم ہیں۔ امر اسلام کی جو تدوین ۲۶۰ھ تک ہوئی تو اس میں کتب احادیث کی تدوین کو سب سے بڑی اہمیت حاصل ہے اور احادیث میں تو خود قرآن کے مطابق قرآن کا وہ بیان ہے اور وضاحت وتفصیل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرائض منصبی کے تحت بیان کی۔ قرآن پاک میں ہے "لتبین للناس مانزل الیھم" تاکہ آپ لوگوں کے لئے کھول کر بیان کردیں اور مطلب صاف طور پر بیان کردیں جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا اور جس کے مطالب ومقاصد کو جاننا لوگوں کے ایمان وعمل سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بیان بھی درحقیقت منجانب اللہ "ثم ان علینا بیانہ" (پھر قرآن کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی امت کو ملا۔

خود صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ائمہ اطہار کے ارشادات علماً کرام کے اقوال سبھی حضرت بہاء اللہ کے ظہور مبارک پر منطبق ہوتے چلے گئے۔ (ص:۱۱)

اس لئے ہم بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور علماً کرام کے اقوال پیش کرنے میں حق بجانب ہیں۔

اس آیت کے مطلب کو جاننا امت کے ایمان وعمل سے تعلق رکھتا ہے کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں اور آپ کے شریعت آخری شریعت ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور رسول آئیں گے۔ لہٰذا اس کی جو وضاحت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی اور نبی یا رسول شریعت لے کر نہیں آئے گا۔ ارشاد ہے:

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اٹھائے جائیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں تو خاتم النبیین ہوں یعنی میرے بعد کسی قسم کا کوئی (نیا) نبی نہیں ہے۔" (ترمذی)

نیز ارشاد ہے:

"میں سب انبیاً میں سے آخری نبی ہوں اور تم سب امتوں میں سے آخری امت ہو۔" (ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال)

مذکورہ بالا آیت قرآنی اور اس کے بیان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری کی پوری امت یہی عقیدہ رکھے ہوئے تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۲۶۰ھ سے صدیوں پہلے کی شخصیت میں لکھتے ہیں:

"خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت یہ بتارہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول اور اس پر بھی اجماع واتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کی اس کا کلام ایک بکواس اور ہذیان ہے اور یہ تاویل اس کے اوپر کفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی کیونکہ وہ اس نص صریح کی

تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں ہے۔“(کتاب الاقتصاد)

دوسری دلیل:

”قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔“

ترجمہ:”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

اس آیت سے بھی پوری امت یہی سمجھتی رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتہائے عالم تک آنے والوں کے لئے رسول ہیں اور آپ کی رسالت کے ہوتے ہوئے کسی اور رسالت اور شریعت کی ضرورت نہیں۔

غرض صرف ان دو دلیلوں اور ان کے بارے میں مذکور کلام کو دیکھنے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں قرآن اور حدیث اور اجماع امت کی رو سے یہ ایک مسلم ضابطہ تھا اور ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی و رسول ہیں اور آپ کے بعد جو کوئی نیا آدمی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور کذاب ہے اور پکا کافر ہے۔

پھر اگر ۱۲۶۰ھ کے بعد کوئی شخص اٹھے اور یہ کہے کہ پوری امت نے جس کو خدا و رسول کا سمجھایا ہوا ضابطہ سمجھا ہے وہ غلط ہے اور اس کے برخلاف قرآن ہی کی پیشگوئی کے مطابق اب ایک نیا رسول آنا ہے اور ایک نئی شریعت آنی ہے تو یہ شخص جھوٹا ہے یا پوری امت کا عقیدہ اور رسول کی حدیثیں غلط ہوں؟ اب یہ تو نہیں سکتا کہ ابتداء سے ۱۲۶۰ھ سال تک پوری کی پوری امت ایک غلط عقیدے اور گمراہی میں مبتلا رہی‘ لہٰذا قرآن کے ضابطے کہ:

”جو کوئی برخلاف کرے رسول کے ساتھ اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہوئی اور پیروی کرے مسلمانوں کی راہ کے علاوہ کی تو پھیریں گے ہم اس کو جس طرف وہ پھرا اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں۔“

کے تحت وہی شخص جہنم کے راستے کو اختیار کئے ہوئے ہے۔

اب تک ہم نے جو اصولی کلام کیا ہے‘ اس کے بعد کسی کے دعوائے نبوت کی طرف توجہ کرنا بھی درحقیقت بے اصولی ہے‘ لیکن چونکہ صابر آفاقی صاحب نے پیشگوئی سے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ بھی اصولی طور پر غلط ہیں‘ اس لئے ہم ان کا بھی کچھ تذکرہ کئے دیتے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کو کسی کے لئے فائدہ مند اور ہدایت کا ذریعہ بنادیں۔

صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں:

”مطالعہ کے دوران ان پیش گوئیوں کے سلسلے میں دو الجھنیں میرے ذہن میں پیدا ہوئیں: اولاً یہ کہ حضرت بہاء اللہ کے ظہور سے قبل علمائے ادیان ان کا صحیح صحیح مطلب سمجھنے میں کامیاب کیوں نہ ہوئے؟“

پھر خود ہی جواب دیتے ہیں:

”خدا کا شکر ہے کہ ان الجھنوں کا جواب بھی مجھے اسی کلام الٰہی سے مل گیا اور اس طرح خاکسار کو شرح صدر سے نوازا گیا:

”اصولاً یوں سمجھنا چاہئے کہ کوئی پیشگوئی جب تک سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی جب تک کہ اس کا ظہور اور وقوع نہ ہو جائے۔ حضرت بہاء اللہ کے ظہور مبارک سے متعلق تمام ادیان عالم کی پیشگوئیاں بھی اس وقت تک لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں جب تک آپ نے ظہور فرما کر خود ان کی تفسیر و تصریح نہیں فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پیشگوئیوں کا مطلب اپنے فرستادوں سے بھی پوشیدہ رکھا تھا جو خدا کے سمجھانے کے بغیر از خود ان کا مفہوم نہ سمجھ سکتے تھے۔“(ص:۵)

مطلب یہ ہے کہ کلام خدا کی سچی اور صحیح تاویل اور تفصیل و تصریح فرستادۂ خدا ہی کر سکتا ہے کیونکہ اسی کا علم کامل اور محیط ہے اور اسی کا بیان نسیان و خطا سے منزہ و معصوم ہے‘ چنانچہ حضرت باب نے اور آپ کے انیس سال بعد حضرت بہاء اللہ نے خدا کی طرف سے مامور و مختار بن کر آسمانی کتابوں کی جو تفسیر و تاویل بیان فرمائی وہی سچی اور منجانب اللہ ہے۔“ (ص:۷)

ہم کہتے ہیں کہ کوئی بات متشابہات میں سے ہو جس کی حقیقت کو جاننا امت کے لئے ضروری نہ ہو اور اس کی حقیقت کے علم سے امت کے عقیدے اور عمل کو کچھ تعلق نہ ہو‘ وہاں تو یہ ہو سکتا ہے کہ امت کو وہ حقیقت نہ بتائی جائے‘ لیکن جس بات کا تعلق امت کے عقیدے اور عمل سے ہو اس کے مطلب کو امت پر نہ کھولنا نہ عقل کے مطابق ہے نہ دین کے کیونکہ امت کو

اس کے بارے میں کوئی مخصوص عقیدہ یا عمل اختیار کرنے کا مکلف بھی بنایا گیا ہو لیکن پھر نہ تو خدا نے نہ اس کے رسول نے صحیح مطلب کی نشاندہی کی ہو تو یہ تکلیف مالایطاق ہوگی اور یہ بات تو اس وقت ہے جب اس کا مطلب تعیین کے ساتھ نہ بتایا گیا ہو اگر اس کے بجائے امت کو ایسا مطلب بتایا گیا ہو جس کو پھر ہزار سال بعد نئے آنے والے نے غلط قرار دیا ہو تو ایک رسول دوسرے رسول کو جھٹلا رہا ہے' حالانکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ دو رسول ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے کی تکذیب یا تغلیط کرے۔

اب ایک احتمال رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ جن آیات قرآنیہ کو بہاء اللہ کی رسالت کے لئے پیشینگوئی بتایا گیا ہے ان کا مطلب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بتایا گیا ہو اور بارہ صدیوں کے بعد بہاء اللہ کو منجانب اللہ سچی تاویل و تفسیر بتائی گئی ہو۔ یہ بات بھی بدیہی طور پر غلط ہے کیونکہ اول تو خود صابر آفاقی صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نزول قرآن کے وقت یہ عہد لیا تھا کہ بعد میں آنے والے مظہر ظہور پر مسلمان امت ایمان لائے اور اس کی نصرت و معاونت کرے۔

اس صورت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ وہ امت کو بتاتے کہ اس کی صحیح تفسیر بارہ سو سال بعد آنے والا رسول بتائے گا تاکہ امت کتاب الٰہی کی آیات کا کہیں غلط مطلب نہ اختیار کرے' لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان کی دینی ضرورت کی سب باتیں بتائی ہیں اور ضرورت کی کوئی بات چھپائی نہیں' لہٰذا یہ احتمال بھی باطل ہے۔

علاوہ ازیں خود قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ خاص طور سے کسی رسول کے بارے میں پیشینگوئیوں کو خوب کھول کر بتانا امت کی ضرورت ہے تاکہ ان کو کوئی اشتباہ نہ رہے اور وہ خدا کے دربار میں حقیقت و مجاز کے درمیان متردد ہونے کا عذر نہ پیش کرسکیں۔

اسی لئے خود قرآن کا کہنا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشینگوئی فرمائی تو یہ کہا:

"مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد."

ترجمہ: "میرے بعد وہ رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔"

اسی طرح سابقہ آسمانی صحائف اور رسولوں کی تعلیمات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اتنی کھلی پیشینگوئیاں اور نشانیاں تھیں کہ ان امتوں کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو قریب سمجھ رہے تھے اور آپ کو دیکھ کر انہوں نے فوراً پہچان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جن کے بارے میں بتایا گیا ہے:

"یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم."

ترجمہ: "اہل کتاب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسے پہچانتے ہیں' جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔"

اس کے برعکس بہائیوں کا اور آفاق صابری صاحب کا دعویٰ ہے کہ قرآن پاک میں بہاء اللہ کے بارے میں پیشینگوئیاں ہیں' لیکن ان پیشینگوئیوں کا صحیح مطلب اور پیشینگوئی ہونا بارہ سو سال کے بعد بہاء اللہ نے آکر بتایا اور امت کو کشش و پنج میں مبتلا کرنے کی کوشش کی کہ امت کے بارہ سو سال کے علم کو یکسر غلط قرار دیا۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اگر بہاء اللہ اور بہائی مذہب ہی کو غلط قرار دے تو وہ یقیناً اس میں حق بجانب ہیں۔

اب ہم آفاقی صابری صاحب کی ذکر کردہ ایک پیشینگوئی کا جواب دیتے ہیں' ورنہ تو جو ضابطہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں وہ ان کی ذکر کردہ ہر پیشینگوئی کا کافی وشافی جواب ہے۔

صابر آفاقی صاحب لکھتے ہیں:

"دیگر پیغمبرانِ حق کی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نزول قرآن کے وقت یہ عہد لیا تھا کہ بعد میں آنے والے مظہر ظہور پر مسلمان امت ایمان لائے اور اس کی نصرت و معاونت کرے' فرمایا:

"جب خدا نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے تم کو کتاب وحکمت دی اس کے بعد جب تمہارے پاس رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اور خدا نے پھر پوچھا کہ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور اس بوجھ کا اٹھانا اپنے ذمہ لیتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا: ہاں! ہم اقرار کرتے ہیں۔ خدا نے کہا کہ اب تم اس کے گواہ رہنا اور میں بھی گواہ ہوں۔ اس کے بعد جو منہ پھیرے گا' وہ عہد شکن ہوگا۔"

(ص:۶۶ بشارات ظہور)

ہم کہتے ہیں کہ اول تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باقی صفحہ 17 پر

اسلام قربانیوں سے چمکا ہے

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

انبیاء علیہم السلام کا پیغام اور تجربہ یہ ہے کہ مسئلوں کا حل اور کامیابی نہ مال میں ہے' نہ حکومت میں' نہ اکثریت میں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے امر سے وابستہ ہوجانے میں اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرنے میں ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے جو واقعات بیان فرمائے گئے ہیں' ان سب کا حاصل اور خلاصہ یہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ' حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم اور نمرود کا واقعہ' اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ قرآن مجید میں پڑھئے اور غور کیجئے۔ ان سب واقعات کی روح یہی ہے کہ اکثریت اور دولت اور حکومت کچھ نہیں' اصل چیز اللہ کا فیصلہ اور اس کی مدد ہے اور وہ ان بندوں کے ساتھ ہے جو اس کے ہوجائیں اور اس کی راہ میں قربانیاں دیں۔

اسلام جب بھی چمکا ہے' قربانیوں سے چمکا ہے' آج بھی قربانیوں سے ہی چمکے گا' اسلام کے لئے قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں بھی مٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد ذاتوں اور شخصیتوں کی وجہ سے نہیں آتی بلکہ ان کے اعمال اور اخلاق اور اوصاف کی وجہ سے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مدد فرمائی' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بعد میں اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات ہوئے ان کی جو مددیں فرمائی گئیں وہ ان کی شخصیتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے اعمال اور خاص کر اللہ کے لئے ان کی قربانیوں اور دین کے راستے کی ان کی محنتوں کی وجہ سے فرمائی گئیں۔ آج بھی جو کوئی اللہ کی وہ مددیں چاہے وہ ان کے والے اعمال اور ان کی والی قربانی اور محنتوں کے راستے پر پڑجائے' وہ اللہ کی مددوں کو آتا ہوا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

میرے بھائیو' اور دوستو! اللہ و رسول نے شدت سے ان باتوں کو منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو۔ دو دو چار چار الگ کانا پھوسی کریں۔ اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کرسکتا ہے' اس سے منع فرمایا گیا ہے اور اس کو شیطانی کام بتایا گیا ہے: "انما النجوی من الشیطٰن لیحزن الذین امنوا ولیس بضارھم شیأ الا باذن اللّٰہ" اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع فرمایا: "لایسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم" اس سے بھی منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی کوئی برائی جو معلوم نہ ہو اس کو تجسس کرکے معلوم کیا جائے' اور جو برائی کسی کو معلوم ہوگئی ہو اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا اور غیبت کو حرام کیا گیا' غیبت اس کا نام ہے جو واقعی کسی کی برائی کسی کو معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے "ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا" یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کرکے امت کی صفت کو توڑتی ہیں۔

ان سارے مفاسد کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت میں لگاؤ' مسلمانوں کو مسجدوں میں لاؤ' وہاں ایمان کی باتیں ہوں' تعلیم و ذکر کے حلقے ہوں' دین کی محنت کے مشورے ہوں' مختلف طبقوں اور مختلف برادریوں کے اور مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی والے طریقے پر ان کاموں میں جڑیں۔

عزت و ذلت روس اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے' اور اس کے یہاں اصول و ضابطہ ہے جو شخص یا قوم و خاندان یا طبقہ چمکانے والے اصول لائے گا' اس کو چمکا دیں گے۔ جو مٹنے والے کام کرے گا' اس کو مٹا دیں گے' یہود نبیوں کی اولاد ہیں' اصول توڑے تو اللہ نے ان کو ٹھوکر مار کے توڑ دیا' صحابہ کرام بت پرستوں کی اولاد تھے انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چمکا دیا' اللہ کی رشتے داری کسی سے نہیں ہے' اس کے یہاں اصول اور ضابطہ ہے۔

☆☆..........☆☆

REGD. NO. SS-160

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ

تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف :

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی جماعت ہے۔ ☆ یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔

☆ تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ☆ اندرون و بیرون ملک ۵۰ دفاتر و مراکز ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔

☆ لاکھوں روپے کا لٹریچر اردو، عربی، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی اور ماہنامہ "لولاک" ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔

☆ چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالی شان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے۔ جہاں علماء کو ردِ قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروفِ عمل ہیں۔

☆ ملک بھر میں اہلِ اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔ جن کی پیروی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہی ہے۔

☆ ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین، تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔

☆ اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ☆ افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

یہ سب : اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں : مخیّر دوستوں اور دردمندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں

☆ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے شرعی طریقہ سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اکاؤنٹ نمبر: UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان، NBL-7734, PB-310 حسین آگاہی ملتان

اکاؤنٹ نمبر: NBL-300487-9 ایم اے جناح روڈ برانچ، ABL-927-2 بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

حضرت سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کے لئے مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان، فون: Fax:542277,514122

دفتر ختم نبوت، پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: 7780337 - 7780340